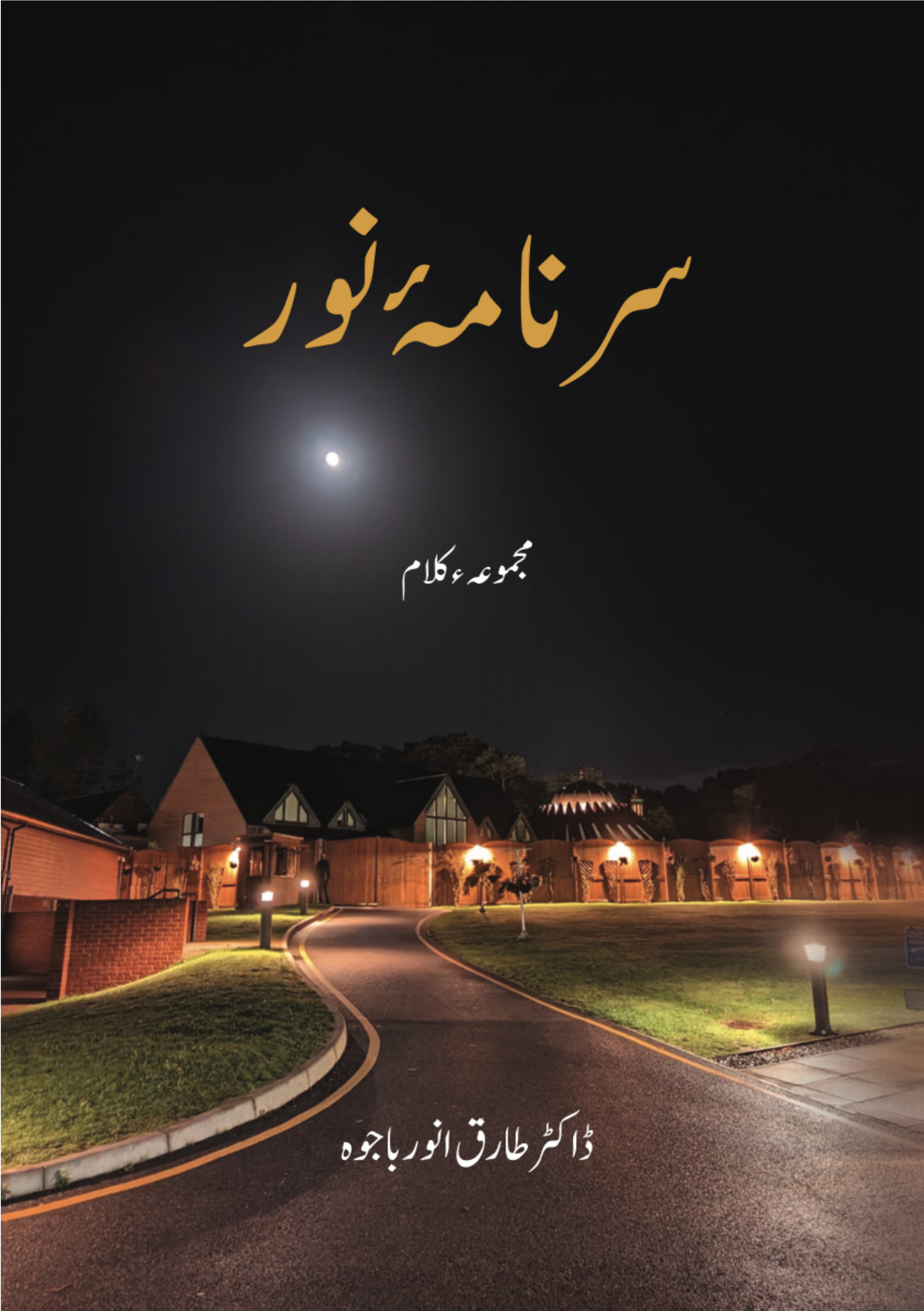
سرنامۂ نور

مجموعہء کلام



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

سرنامۂ نور

مجموعہ ٔکلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

مجموعۂ کلام : سفرنامۂ نور

﴿کلام جولائی سنہ ۲۰۲۲ تا نومبر سنہ ۲۰۲۲﴾

شاعر : ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ناشر : ڈاکٹر ریحانہ رحمٰن بٹ

سنِ اشاعت : ۲۰۲۲

ملنے کا پتہ :

55 Combemartin Road, London

SW18 5PP

bajwauk@hotmail.com

سرورق : کاشف احمد ظفر باجوہ

کمپوزیشن : نابغہ طاہر باجوہ



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ایں چشمۂ رواں کہ 'بفضلِ خدا' دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

انتساب

اپنے بچوں کاشف اور ذکیّہ کے نام

جو نیکی اور تقویٰ کی راہ پر چل کر والدین کے لئے
قرّۃ العین بنے اور اپنے دنیاوی علم کی تکمیل کے بعد
خلوصِ دل سے دین کو دنیا پر مقدّم رکھنے کے عہد
کو نبھانے میں کوشاں ہیں۔ اللہ انہیں بے شمار
خوشیوں سے نوازے۔ آمین

وہ تو آنکھیں کلام کرتی ہیں
بات ورنہ کہاں ہوا کرتی

ترتیب

پیش لفظ

محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب

" سر نامۂ نور "، ڈاکٹر طارق انور باجوہ کا نواں مجموعۂ کلام ہے۔ مختصر عرصے میں ہمارے اس شاعر کا سُخن میں تیز رفتاری کا ایسا ریکارڈ ہے جو شاید کوئی سخنور نہ توڑ سکے، لیکن زود گوئی کے باوجود کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں یہ کمی ہے۔ یہ خامی ہے۔ بلکہ ہر قاری یا سامع ان کے کلام کو پڑھ کر یا سُن کر ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی قدرتِ کلام کا قائل ہو جائے گا۔ کہ کس چابکدستی اور مہارت سے انہوں نے اپنے محبوب سے محبّت، غمِ جاناں، غمِ دوراں کو اشاراتِ سُخن میں سمویا ہے۔ تشبیہات، تلمیحات، استعارات اور دیگر لوازماتِ سُخن کو خوبصورت اسلوب میں ڈھالا ہے نغز گوئی اور تغزّل کا دامن روایت کے ساتھ اس طرح منسلک اور ہم آہنگ کیا ہے کہ داد دیئے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔

اس ہمارے شاعر کی دشتِ سُخن میں اچانک آمد نے قارئین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے کہ اتنے کم عرصے میں اتنا پختہ کلام یقیناً ودیعتِ قدرت ہے اور محبوب سے شدید محبّت نے انہیں اتنا شعر و سُخن میں مشّاق کر دیا ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔ کتاب کا نام "سرنامۂ نُور" اس بات کا بھی اظہار کرتا ہے کہ اس کتاب میں اشعار اور الفاظ و معانی، روشنی کے نقیب ہیں اور آپ کے دل و دماغ میں سوچ کو منوّر کرنے کی صلاحیّت بھی رکھتے ہیں۔

ستارے ہر گھڑی جو پاش پاش کرتی ہے
یہ کائنات کئی راز فاش کرتی ہے

مرے ضمیر کی ہر چیخ صدا پیدا
روئیں رُوئیں میں مرے ارتعاش کرتی ہے

آسماں ہم سے اگر خوش ہے تو اُٹھّے یہ سوال
کیوں زمیں پھر بھی ادھر ، زیر و زبر ہوتی ہے

تاریخ کب لکھے سبھی کی داستانِ عشق
کس نے بنائے تاج محل، کس نے ڈھا دیئے

زندگی کھیل کا میداں ہے نہ فٹبال بشر
کس نے قسمت میں یہ پھر ٹھوکریں لاتیں کی ہیں

پروفیسر مبارک احمد عابدؔ

فلاڈیلفیا ۔امریکہ

۳۔دسمبر ۲۰۲۲

محترم مبارک احمد صدیقی صاحب

خاکسار محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کو انکے نویں شعری مجموعے سرنامۂ نور کی اشاعت پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کی عمرو صحت میں برکت عطا فرمائے آمین۔

اب تو ڈاکٹر صاحب کی شاعری اکثر رسائل میں چَھپتی رہتی ہے لیکن پہلے آپ شاعری چُھپانے کے قائل تھے۔ مجھے یاد ہے آج سے کوئی تین سال قبل میں نے ڈاکٹر صاحب کو فون کر کے بڑی تاکید سے کہا کہ لکھ کر دوستوں کو بھجوایا کریں اور ان سے انکی رائے بھی طلب کیا کریں۔ اس کے ساتھ انہیں ایک دو شفیق اساتذہ کا فون نمبر بھی دیا کہ مسلسل رابطہ رکھیں۔ وہ دن اور آج کا دن کہ ڈاکٹر صاحب کا نواں شعری مجموعہ منظر عام پر آرہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی شاعری میں قدم قدم پر نیکی رہنمائی معصومیت اور مقصدیت نظر آتی ہے یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے قارئین میں بہت جلد اور بے حد مقبول ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا لب و لہجہ آسان اور روایتی ہے لیکن آپکی شاعری خود کہتی ہے کہ اسکا خالق نئے زمانے کے تقاضوں سے آشنا ہے۔

اپنے خیالات و مشاہدات کو بڑی سہولت سے نظم کی مالا میں پرو دینا ڈاکٹر صاحب کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

آپکی شاعری میں اپنے امام سے اور اپنے خالق سے عشق بدرجہ اتم چھلکتا نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ ہر ادبی محفل میں بڑی محبت سے بلائے جاتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ آپکی کامیابیوں کا سلسلہ یونہی قائم و دائم رہے آمین

مبارک صدیقی

محترم عبد الشّکور صاحب

جناب طارق انور باجوہ صاحب کے سُخن کا سفر اپنی خُوش خرامی کے ساتھ جاری ہے اور ان کا نواں یعنی نیا مجمُوعۂِ کلام "سرنامۂِ نُور" اقلیمِ شعر و سُخن میں رونق افروز ہو رہا ہے۔
بارک اللہ لکُم۔

کلام کے فنّی محاسن پر بات کرنا تو اساتذہ کے حصہ میں آتا ہے اور ہم جیسے عام قاری تو کلام کی روانی، آہنگ اور مضامین کی رنگارنگی سے پیدا ہونے والی شیرینی سے مُستفیض اور لُطف اندوز ہوتے ہیں۔ اور یہ خواص و محاسن، جناب ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کے گزشتہ دوانین کی طرح، "سرنامۂِ نُور" میں بھی ہمیں وافر طور پر میسّر ہیں۔ یہی خواص ایک قاری کی اچھے شعر و سُخن کی پیاس کو آسُودہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی اِشتہا کے لئے مہمیز کا کام کرتے ہے۔ اس طور پر ایک اچھا شاعر، بادہ کشانِ شعر و سُخن کے لئے گویا، ایک ساقی کا درجہ رکھتا۔

ہم ساقیِ شعر و سُخن، مُحترم طارق انور باجوہ صاحب کو ان کے نویں مجمُوعہِ کلام "سر نامہِ نُور" کے اجراء پر دلی مُبارک دیتے ہیں۔ الھُمَّ زد فزد، آمین

دُعا گو و طالبِ دُعا،

احقر العباد، عبد الشکُور، کلیولینڈ اوہائیو۔

۲۹ نومبر ۲۰۲۲

محترم اسحٰق ساجد صاحب

متوازن اندازِ فکر...

اخلاصِ فن جذبوں کی تپش، جانسوزی جانکاہی مسلسل مشق و مزاولت کا اظہار، کلام کے آئینے سے نکل نکل کر اپنے ہونے کا مشاہدہ ہے ماضی کے سرمائے سے روشنی تو ضرور آپ نے کسب کی مگر اس میں نیا اُجالا بھی شامل کر دیا ہے۔ گھن گرج کے بجائے نرم وسبک خوش کلامی آپ کے مزاج کا شیوہ ہے آپ کا عام فہم و صاف ستھرا طرز سخن جو عام و خاص میں یکساں مقبول ہو چکا ہے ایسا میرا خیال ہے اگر ایسانہ ہوتا تو آپ کا کلام بے وُقت کی راگنی ہو جاتا۔ ندرتِ فکر و خیال اور جدت ادا نے کلام کو دلکشی عطا کی ہے۔ احساس کی آنچ سے ڈھالے ہوئے نگینے جاذب نظر ہیں۔

رنگِ تغزل کے ساتھ ہی حیات و کائنات کے مسائل کا ذکر بھی موجود ہے جو اچھی شاعری کے لیے ازبس ضروری ہے مثالوں سے قصداً احتراز کر رہا ہوں۔

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی غزلوں نے بھی اُن کی اس پُر خلوص رفاقت سے ہم آہنگی اختیار کی اور اُن کے کشید تجربات و احساسات کے ساتھ ہم رنگ ہو کر صفت ترسیلیہ کو طاقت دی۔

غزل کو غزل کی طرح برتنے والے شعراء ہر زمانے میں کم ہوئے ہیں اور اس زمانے میں تو اور بھی کم ہیں۔ ایسے میں ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی ذات گویا بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیل رہبانی کی درخشاں مثال ہے۔

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی نویں کتاب "سر نامۂ نور" ان کے پہلے مجموعوں سے بھی زیادہ تابناک ثابت ہو گی اور دُنیائے ادب میں ان کا مقام بلند سے بلند ہوتا چلا جائے گا۔ میں ان کو اُن کی جملہ کامیابیوں پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اسحاق ساجد (جرمنی)

۲۵ نومبر ۲۰۲۲

شہزادہ قمرالدین مبشّر صاحب

شاعری ایک خوبصورت احساس ہے۔ یہ حروف کے اس حسین امتزاج کا نام ہے جس سے سچے جذبات راہ پاتے ہیں اور پڑھنے والوں کے دلوں میں امید کی شمع روشن کرتے ہیں۔ اک سچّے شاعر کی شاعری واقعی اس کی سوچ کی آئینہ دار ہوتی ہے اور شاید ایسی شاعری کا حق ہوتا ہے کہ وہ آپ کی روح کی گہرائیوں کو چھو لے۔

احمدی شعرا کی شاعری اس لحاظ سے بھی ایک منفرد مقام رکھتی ہے کہ ان کے جذبات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مبارک شعر کے زیرِ اثر ہی روشنی پکڑتے ہیں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب بھی چند ایسے ہی احمدی شعرا میں سے ہیں جن کے کلام کی پذیرائی خود بنفس۔ نفیس سیدنا حضرت امیر المومنیں خلیف المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمائی ہے

آپ کے اب تک آٹھ مجموعہ کلام شاع ہو چکے ہیں۔ آپ اردو زبان میں شاعری کرتے ہیں آپ نہ صرف ایک اچھے شاعر بلکہ بہت اچھے انسان بھی ہیں۔ آپ کا کلام اکثر جماعتی جرائد و رسائل میں شائع ہوتا رہتا ہے اب آپ کا نواں مجموعہ کلام

"سرنامہ نور" کتابی شکل میں شائع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت بابرکت فرمائے۔ آمین۔

شہزادہ قمرالدین مبشّر صاحب

گلاسگو۔سکاٹ لینڈ

۲۹نومبر ۲۰۲۲

محترم طفیل عامر صاحب

سچے موتیوں کا خزانہ، الفاظ کی شکل میں۔۔۔۔۔۔ سر نامۂ نور

شاعر ہو کہ، نثر نگار، احساسات کا دریا، جو اس دل کے اندر موجزن ہوتا ہے، وہ بے اختیار کر دیتا ہے اظہار پر۔ چوٹ لگے تو اس کی شدت کے حساب ہی سے بے اختیار آہ، کراہ یا چیخ نکل جاتی ہے۔ "سر نامۂ نور" کے شاعر کے اندر سچے موتیوں کا، الفاظ کی شکل میں اشعار کا روپ دھار کر "سر نامۂ نور" کے نام سے ہمارے روبرو کھڑا ہے۔

صفحہ نمبر 24 پر پہلی ہی غزل، میری مذکورہ بالا تحریر کی صداقت ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

پیار، بے قرار، بہار، غمگسار، انتظار، اختیار، روزگار، کوہسار، خمار، غبار، اشتہار، قوافی کا استعمال جس بے ساختگی اور خوبصورتی سے ہوا ہے، وہ شاعر کے اختیار کی بات ہی نہیں۔

کسی قافیہ کا استعمال جس قدر معیار میں اعلی اور خوبصورت ہو گا، شعر اسی درجے کے حسن کا حامل ہو گا۔ اور اعلی جانا جائے گا۔

قصہ مختصر تو یہ ہے کہ، مجھ چھہتر سالہ شخص کو اس ادھیڑ عمر آدمی جو کہ، حسن اتفاق سے شاعر بھی ہے، سے ایسی محبت ہے کہ، میں اداس ہو جاتا ہوں۔

" ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ "

تمام تر دعاؤں کے ساتھ

احقر

طفیل عامر

25نومبر 2022ع

(لندن)

اظہارِ تشکّر

الحمدللہ کہ اپنا نواں شعری مجموعہ "سر نامہ ٔنور" پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔اس سے پہلے میرے آٹھ مجموعہ ہائے کلام کو جس طور سے پذیرائی ملی، اس کے لئے سب سے پہلے اپنے ربِّ کریم کا اور اس کے بعد فرداًفرداًتمام احباب کا تہہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

جیسا کہ اپنی پہلی کتاب " لبِّ لباب" کی ابتدا میں، میں نے ذکر کیا تھا کہ ۱۸مئی ۲۰۲۰،۲۵رمضان المبارک، کی رات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو اچانک چوٹ لگ جانے کی فکر میں دل پر گہرا اثر تھا۔ دُعا کر کے سویا تو خواب میں خود کو ایک لمبی نظم پڑھتے ہوئے پایا۔ آنکھ کُھلی تو احساس تھا کہ پوری نظم یاد ہے، ابھی لکھ لوں گا تاہم لکھنے بیٹھا تو نظم تو بھول گئی تھی، محض اس کی طرز یاد رہی تھی جس پر ایک نظم لکھ کر حضورِ انور کی خدمت میں بھجوادی۔ لیکن اس وقت یہ احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے شاعری سکھادی ہے اور اب میں آسانی سے شعر کہہ

پاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود مدد کی اور رہنمائی فرمائی اور میں نے روزانہ ایک غزل یا نظم کہنا شروع کر دی۔

میرے ذہن میں قرآنِ کریم کی یہ آیت تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تُو کہہ دے کہ اگر سمندر دواتیں بن جائیں تاکہ میرے رب کے کلمات لکھ سکیں تو وہ ختم ہو جائیں گے خواہ ویسے ہی سمندر دوبارہ لے آئیں لیکن تیرے رب کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ تو اگر خدا تعالیٰ کی کائنات پر غور کیا جائے تو ایک نظم تو روزانہ کہی جا سکتی ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے الحمد للہ

"لبِ لباب" میں میرا، دسمبر ۲۰۲۰ تک کا، سارا کلام شامل تھا۔ اس میں سے غزلیات کا حصّہ الگ کر کے "چاک دامانِ جنوں" کے نام سے شائع کیا گیا۔ میری تیسری کتاب، جس کا نام استاذِ المکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے از راہِ شفقت "ہم قدم دم بدم" تجویز فرمایا تھا، میں یکم جنوری ۲۰۲۱ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل تھا جو زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔

"در آئینہ صفِ دوستاں" میں یکم اپریل ۲۰۲۱ سے لے کر ۳۰ جون ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل کیا گیا۔ "نصیبِ چارہ گری" میں یکم جولائی ۲۰۲۱ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۱ اور "باز گشت" میں یکم اکتوبر ۲۰۲۱ سے ۳۱ دسمبر ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل ہوا۔ "پیتم بِن مَن سُونا" میں یکم جنوری ۲۰۲۲ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۲، آٹھویں مجموعہ کلام، "روزن خانۂ دل" میں یکم اپریل سے ۳۰ جون ۲۰۲۲ تک اور اس نویں مجموعہ کلام میں یکم جولائی سے ۳۰ نومبر ۲۰۲۲ کا کلام شامل ہے۔

دیگر مہربانوں کے ساتھ، محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو باقاعدگی سے میرا کلام دیکھ کر حسبِ ضرورت اصلاح بھی فرما دیتے ہیں۔ اس کتاب کا نام بھی انہی کا عنایت کردہ ہے۔ اور مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر محنت کے ساتھ انہوں نے ایک ایک لفظ کا جائزہ لے کر اپنی رائے کا اظہار فرمایا اور املا کی غلطیوں تک کی نشاندہی فرمائی۔

اس کے علاوہ میں اپنے ان اساتذہ اور دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ وقت نکال کر اپنی رائے سے نوازا۔ مکرم و محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے ایک بار پھر خوبصورت

پیش لفظ سے نوازا اور محترم عبد الشکور صاحب نے امریکہ سے ، مبارک احمد صدیقی صاحب، مکرم اسحٰق ساجد صاحب اور خاص طور پر مکرم طفیل عامر صاحب نے اپنی خصوصی آرا سے نوازا۔ ڈاکٹر منوّراحمد کنڈے صاحب نے حسبِ معمول کتاب کا تعارف اور شاعر پر خوبصورت نظم عطا فرمائی۔

اللہ ان کو صحت و سلامتی والی طویل عمر سے نوازے اور احسن ترین جزا عطا فرمائے۔ آمین!

خاکسار

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

لندن

۳۰ نومبر ۲۰۲۲

”سر نامۂ نور“ تصنیفِ نہم

از ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب۔لندن

تحریر ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے، ٹیلفورڈ، انگلینڈ

جناب ڈاکٹر طارق انور باجوہ کا ”سر نامۂ نور“

فطری طور پر انسان کو جو اللہ تعالٰی کی نعمتیں عطا ہوئی ہیں ان میں ذہن سب سے اہم ہے جس کا تعلق احساسات سے جوڑا گیا ہے اور اس سے مشاہدات جنم لیتے ہیں۔ احساسات مشاہدات کو انسانی شعور سونپ دیتا ہے تو کسی ذہنی شعبہ میں نثر یا نظم جنم لیتی ہے جسے ہم شاعری کہہ دیتے ہیں یعنی شاعری قدرت کی نعمتوں میں اعلٰی صلاحیّتوں سے بھرپور ایک نعمت ہے جو ہر کسی کو عطا نہیں ہوتی۔ بہت سے شعرائے کرام کے بارے میں اہلِ ہنود کہتے ہیں کہ ان کی شاعری میں بھگوان خود بولتے ہیں۔۔۔ میرا احساس و قیاس ہے کہ شاید لندن کے مہان سخنور جناب ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب

بھی اہلِ ہنود کی اس فہرست سے باہر نہیں ہیں کیونکہ ڈاکٹر طارق صاحب کی سخنوری میں گیسو و رُخسار کی باتیں برائے نام بھی موجود نہیں بلکہ ان کی طبیعت انہیں صرف عشق و محبّت کی بات کہنے پر مجبور کرتی ہے۔ ان کی شاعری کے افلاک پر فکر عمرانی کی ہزاروں کہکشاؤں سے نُورِ سُخن کے بادَل برستے ہیں جو لندن کی زمینِ ادب کو سرسبز رکھے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی نویں تصنیف " سر نامۂ نُور " پر خاکسار ان کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے ایک مختصر سی نظم بطور ہدیۂ تبریک ان کی نذر کرتا ہے۔ قبول فرمائیے:

سرنامۂ نور۔۔۔! نظم

تاریکی میں اُبھرا ، نورانی سرنامہ
خوب کرامت والا ، طارق کا ہے خامہ

موت کا اور بقا کا راز ہے اس میں بھاری
علم کا ایک خزانہ اپنی حد میں جاری

چاند سی اُجلی اس میں فکر و فن کی باتیں
قدرت نے ہیں بخشیں حرفوں کی سوغاتیں

نعت نبی کی اس میں حمدِ ربّ سے نوری
حمد و نعت میں یعنی کچھ بھی نہیں ہے دُوری

پھولوں سی مسکانیں ، جام سرور بھی اس میں
سوچوں سے ابھرا ہے نُورِ طُور بھی اس میں

لفظوں کی کلیوں سے باغ سُخن کا مہکے
اور ادب کی کھیتی بادِ فکر سے لہکے

کر لے قبول الٰہی ، طارق کی ہر کاوش
اور منوّر روح پہ برسے نُور کی بارش

نتیجہء فکر: ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے، ٹیلفورڈ، انگلینڈ

غزلیات

اور

نظمیں

اے دل نہ بار بار مچل ، کہہ رہا ہوں ، سُن
گِر کر تُو بار بار سنبھل ، کہہ رہا ہوں ، سُن

ہو تیری ذات میں اسی کے حسن کی جھلک
نقشہ ہو اُس کا تیرا عمل ، کہہ رہا ہوں سُن

معمول صبح و شام کا ہر آن ہے وہی
کچھ کر کے دیکھ ردّ و بدل ، کہہ رہا ہوں ، سُن

تیّاری اُس کے واسطے بھی ہونی چاہئے
جلد آ ئے گا پیامِ اجل ، کہہ رہا ہوں ، سُن

بچپن کے کھیل یاد دلا کر یونہی مجھے
کر اس طرح سے تو نہ خجل ، کہہ رہا ہوں ، سُن

ہے بے نقاب سامنے آنے سے اب گریز
ایسا حسیں ہے حُسنِ ازل ، کہہ رہا ہوں ، سُن

مجھ کو شکایتوں کا کوئی شوق تو نہیں
بھاری ہوئے ہیں مجھ پہ جو پل ، کہہ رہا ہوں ، سُن

ان کی نظر میں بے رُخی ہو یا نہ ہو مگر
نظریں نہ جائیں دل کو مسَل کہہ رہا ہوں ، سُن

دشمن کو کچھ پتہ نہ چلے یوں دُھواں اُٹھے
جاؤ جو اپنے آپ میں جل ، کہہ رہا ہوں ، سُن

خامہ چلا رہا ہے مرے ہاتھ میں کوئی
ہر روز ایک تازہ غزل کہہ رہا ہوں ، سُن

طارق رہے گا خوابوں کی دنیا میں کب تلک
واپس حقیقتوں میں ہی چل ، کہہ رہا ہوں ، سُن

چھونے کا جب قصد کیا پھولوں کو پیار سے
اپنے بھی دیکھنے لگے ہیں ہم کو خار سے

جب سے ملا وہ ، رنگ ہیں سارے نکھر گئے
پہلے بھی گو کہ آشنا تھے ہم بہار سے

اب تو غموں کو بھولنے کا حوصلہ نہیں
مانوس اس قدر ہوئے ہیں غمگُسار سے

چھوڑیں اسے ، یہ بس میں ہمارے نہیں رہا
مایوس کب ہوئے ہیں ، کبھی انتظار سے

ایسا نہ ہو کہ زندگی میں آئے کوئی دن
دیکھے نہ وہ اُٹھا کے نظر ، ہم کو پیار سے

جیون بغیر اس کے تو مشکل ہے سوچنا
باہر ہُوا ہے اب یہ اپنے اختیار سے

یاد آئیں ساری باتیں ہمیں کیوں نماز میں
چھٹکارا کب ملے گا غمِ روزگار سے

دیوانہ اس کے حسن کے جلووں نے کر دیا
ہم بے خبر تھے ورنہ سخت کوہسار سے

جاتا تو میکدے سے پر مشکل یہ پیش ہے
اُٹھتے نہیں قدم مرے ، اب تو خُمار سے

اپنے گناہ دیکھ نہ پائے ہم اِس لئے
تھا دل کا آئینہ اَٹا ، گرد و غبار سے

طارق کسی کے دل میں ہے خالی جگہ کہاں
معلوم اب پڑے گا کیا یہ اشتہار سے ؟

اس کی نظروں کا کبھی خالی گیا وار نہیں
قتل کرتا ہے مگر ہاتھ میں تلوار نہیں

عشق سودا ہے دل و جاں کا تو اس کھیل میں پھر
جان پیاری ہو جنہیں ، ہوتے وہ درکار نہیں

آبلہ پا ہی چلے ساتھ مرے کانٹوں پر
جن کے پاؤں تھے سلامت ، ہوئے تیّار نہیں

جو چلیں کر کے توکّل وہی پائیں منزل
یوں بھی مضطر کی ، دُعا جاتی تو بیکار نہیں

راستہ اس نے بتایا ہے کہاں جانا ہے
پھر اسے پانا ، کچھ ایسا بھی تو دشوار نہیں

جب محبّت کا خیال آئے تو یاد آ جائے
ہے کھڑا تاج محل ، شاہ کا دربار نہیں

ہے یقیں ، عزّت و ذلّت ہے کسی اور کے ہاتھ
روز سنتے ہیں ، جو کل تھی ، رہی سرکار نہیں

پوچھتے ہو کہ اثر کیوں نہیں ان باتوں میں
ہیں مقرّر تو بہت ، صاحبِ کردار نہیں

دیکھ ان کو نہ تعجّب سے ، تھے احساں جن پر
لوگ بِک جاتے ہیں ، گو مصر کا بازار نہیں

اور بھی ہوں گے بہت عشق کے روگی ، طارق
ایک ہم ہی کو ملا ہجر کا آزار نہیں

تصوّرات کی دنیا میں خواب بھرتا ہوں
جو خواب دیکھتا ہوں پھر وہ کر گزرتا ہوں

کسی سے دوستی اب تک مجھے نہیں بھولی
اسی کی یاد میں جیتا ہوں ، جس پہ مرتا ہوں

جو گفتگو ہو کبھی اس سے دل بہل جائے
نظر پڑے جہاں اس کی ، وہاں ٹھہرتا ہوں

کتابِ زندگی ، دلچسپ داستاں میری
ورق ورق اسے پڑھ کر میں ختم کرتا ہوں

نہیں ہے دوستی میری کسی سے اس کے سوا
کہیں وہ روٹھ نہ جائے ، اسی سے ڈرتا ہوں

تمام عمر گزاری ہے منتظر رہ کر
ملوں گا اس سے یہی ، سوچ کر سنورتا ہوں

جب اس نے وعدہ کیا ہے یہیں پہ ملنے کا
تو ہر قدم میں اِسی راستے پہ دھرتا ہوں

میں جانتا ہوں کٹّھن راستہ ہے پر طارق
ہر ابتلا میں نئے عزم سے نکھرتا ہوں

کس نے اُس شخص کی ہر ایک سے باتیں کی ہیں
ہم نے چُپکے سے بسر ، ہجر کی راتیں کی ہیں

اس کی تعریف میں کہہ ڈالی ہیں غزلیں کتنی
ختم لکھ لکھ کے کئی ہم نے دواتیں کی ہیں

تجربہ ہم کو ہے اپنوں سے جُدا ہونے کا
اپنے ہاتھوں سے بھی رخصت تو براتیں کی ہیں

سونے چاندی کا حصول اتنا بھی آسان نہیں
رخصتی کیسے ہو مہنگی جو یہ دھاتیں کی ہیں

زندگی پر جو بھروسہ تھا کہاں ہے باقی
کتنے لوگوں کی وباؤں نے وفاتیں کی ہیں

زندگی کھیل کا میداں ہے ، نہ فٹبال ، بشر
کس نے قسمت میں یہ پھر ٹھوکریں ، لاتیں کی ہیں

ہے جنازے پہ بھی اُٹھ جاتا یہاں خرچ اتنا
قبر پانے کے لئے جمع ، زکٰوتیں کی ہیں

ایک آدم کی ہیں اولاد سبھی طارق ، پھر
جانے کیوں اتنی اہم ، لوگوں نے ذاتیں کی ہیں

جب کیجے فیصلہ کوئی تو اس یقیں کے ساتھ
پڑتا ہے فرق آپ کی ہاں یا نہیں کے ساتھ

دعویٰ کیا تھا کس نے پیمبر ہوا تھا کون
کیا کیا نہ کِیا قوم نے صادق ، امیں کے ساتھ

بربادیٔ چمن کی خبر کس کو جا کے دیں
جب دوستی خزاں کی ہے مالی کمیں کے ساتھ

چہرے پہ ہم نے اور گو چہرہ سجا لیا
پر آنکھ پھر بھی نم ہوئی قلبِ حزیں کے ساتھ

دعویٰ ہے ان کو ہم نے بنایا ہے یہ مکاں
نسبت مکان کو بھی ہو کچھ تو مکیں کے ساتھ

کتّوں کو چھوڑ کر کُھلا گلیوں میں شہر کی
باندھا گیا ہے پتھروں کو بھی زمیں کے ساتھ

ہجرت نے ہم کو فائدہ اتنا تو دے دیا
بیٹھے ہیں چار دن سے یہاں اک حسیں کے ساتھ

طارق جسے ہے سجدہ کیا ، ساری خواہشیں
جھکتی ہیں اس کے سامنے ، میری جبیں کے ساتھ

غمزدہ کر کے چلے جاتے ہیں جانے والے
آتے رہتے ہیں مگر دنیا میں آنے والے

خوش نصیبوں کو تو راس آئے زمیں کوئی بھی ہو
ہر جگہ ہوتے ہیں کچھ ٹھوکریں کھانے والے

وہ جو مخلوق کی خدمت میں لگے رہتے ہیں
آخرت میں وہی انعام ہیں پانے والے

فضل ہو جن پہ خدا کا تو وہی ہوتے ہیں
نیک تبدیلی ، خیالات میں لانے والے

ساز ، گر ایک بھی ہو فرق تو آواز کا ہے
راگ سب ایک سا گاتے نہیں گانے والے

چارہ گر یوں ہی مریضوں کو کہاں ملتے ہیں
جاں سے جاؤ تو طبیب آئیں جِلانے والے

بارہا دیکھا ہے جھوٹی بھی کہانی سن کر
ضبط کر پاتے نہیں ، اشک بہانے والے

حسن مغرور بنا دیتا ہے کم ظرفوں کو
عاجزی ہو تو ملیں ، ناز اٹھانے والے

لے کے آتے ہیں جو پیغام خدا کا طارق
کب یہ خوش ہوتے ہیں ان سے بھی زمانے والے

ذکر جب اُس کا سنا دل مرا مسرور رہا
وہ تو جس کرسی پہ بیٹھا وہاں منصور رہا

ذکر الہام میں آیا تھا شریف احمد کا
بادشہ ، تخت پہ بیٹھا وہ بدستور رہا

وہ یہاں فرض نبھانے کے لئے آیا تھا
چاہتا کب تھا ، یہاں رہنے پہ مجبور رہا

جس کو توفیق ہوئی دوڑا چلا آیا وہ
کون محبوب کے قدموں سے بھلا دور رہا

جب اُجالا ہو تو کچھ رات کا منظر بدلے
واپسی تب ہو زمانے کا یہ دستور رہا

جس نے وعدہ تھا کیا ساتھ رہا ہے اس کے
امن کا بن کے نمائندہ وہ مشہور رہا

جب پکارو اسے وہ جلوہ دکھاتا ہے خدا
اس کا شاہد ہوا سینین میں ہے طور رہا

تھا جو محبوبِ خدا ، گرچہ وہ تھا درِّ یتیم
بادشہ بن کے مدینے کا وہ مشہور رہا

اس کو ہر وقت میسّر تھی فرشتوں کی مدد
معجزے دیکھ کے ہر شخص ہی مسحور رہا

خانہ کعبہ کے بھی معماروں کے صدقے جائیں
تھا نبی باپ ، نبی بیٹا بھی مزدور رہا

اپنے بیٹے کی جو قربانی کو تیّار ہوا
نشّہ توحید کا تھا جس میں وہ مخمور رہا

طارق اب اُس سے تعلّق ہی بچائے گا ہمیں
ایک عرصے سے ، زمانے سے جو مستور رہا

یوں نہ باتیں ہزار کر دیکھو
پورے قول و قرار کر دیکھو

مائدہ آسماں سے اُترا ہے
روح میں یہ اتار کر دیکھو

عیدِ قرباں تمہیں مبارک ہو
جاں کسی پر نثار کر دیکھو

نعمتیں جس نے زندگی کی دیں
خواہشیں اُس پہ وار کر دیکھو

ہو براہیم کا جگر پیدا
حد اطاعت کی پار کر دیکھو

آگ میں پھینکو ، امتحاں لے لو
پھر سے گلزار ، نار کر دیکھو

نفرتیں چھوڑ کر قریب آؤ
ہم سے تھوڑا سا پیار کر دیکھو

کھائے اتنے فریب دنیا سے
ہم پہ بھی اعتبار کر دیکھو

تم کو خوشیاں ملیں گی خود آکر
تم انا اپنی مار کر دیکھو

دھند چھٹ جائے گی عداوت کی
دور دل سے غبار کر دیکھو

کالی عینک کبھی تعصّب کی
ٹھنڈے ہو کر ، اتار کر دیکھو

وہ تو کرتا ہے سب گناہ معاف
دل کا سجدہ تو یار کر دیکھو

توبہ کرنے سے کچھ نہیں جاتا
یہ بھی تم ایک بار کر دیکھو

جیت جانے سے کیا خوشی ہو گی
سامنے اُس کے ، ہار کر دیکھو

ایک سے ہو گئے ہیں لاکھوں ہم
یوں نہ مانو ، شمار کر دیکھو

کیا نہیں ہے تمہارے ہاتھوں میں؟
تم خزاں کو بہار کر دیکھو

جلوۂ حسن دیکھنا ہو تو
اپنی نظریں سنوار کر دیکھو

کب یہ تلوار ، سر جھکاتی ہے
اب محبّت کا وار کر دیکھو

چاہتے ہو جو زندگی کا لطف
اُس پہ پھر انحصار کر دیکھو

جوڑ لو اُس متین سے رشتہ
زندگی با وقار کر دیکھو

فتح کا وعدہ جب ہوا طارقؔ
فکر کیا ، انتظار کر دیکھو

سوچ ماحول کی کب ، دست نِگر رہتی ہے
یہ تو آزاد ہے بس محوِ سفر رہتی ہے

آئینہ بن کے زباں ، آپ ہی ، باہر بولے
خود کہے کس کے وہ گھر ، زیرِ اثر رہتی ہے

آس ہو پاس تو پڑتے نہیں دُکھ کے سائے
شامِ غم ہو بھی اگر دل پہ سحر رہتی ہے

گرچہ تاریکی میں ہوتے ہیں ستارے روشن
روشنی پھر بھی ، دمِ شمس و قمر رہتی ہے

آسماں ہم سے اگر خوش ہے ، تو اُٹھّے یہ سوال
کیوں زمیں پھر بھی اِدھر ، زیر و زبر رہتی ہے

یوں تو کہتے ہیں کہ اندھی ہے محبّت ، لیکن
حُسن و احسان پہ اِس کی بھی نظر رہتی ہے

جو ہیں کم مایہ انہیں حوصلہ کرنا ہو گا
آنکھ بازار میں یوسف پہ اگر رہتی ہے

سونے چاندی کے بھی ہوں قصر مگر بالآخر
ساری مخلوق یہاں خاک بسر رہتی ہے

طارق آزادئ اظہار کا موقع جو ملا
تیری آواز میں کیوں پھر یہ کسر رہتی ہے

سچی یہ داستاں بڑی ، دلگیر کس کی تھی
معلوم بھی نہیں کہ یہ تحریر کس کی تھی

وہ مبتلائے عشق ہوا دیکھ کر جسے
لڑکی نے جانے بھیج دی ، تصویر کس کی تھی

شادی کے بعد آئی جب میک اپ اتار کے
تھا خواب شاہزادی کا ، تعبیر کس کی تھی

رشتہ کِیا تھا گرچہ بہت دیکھ بھال کے
تدبیر جو بھی اس نے کی ، تقدیر کس کی تھی

نیّت تو صاف ہو گی بھی ، ویسا نہ پھل ملا
شکوہ تھا اس کو یہ بھلا تقصیر کس کی تھی

لڑکا تو شکل دیکھ کے حیران رہ گیا
پاؤں میں اس کے پڑ گئی زنجیر کس کی تھی

وہ بوکھلا کے بولا کہ ہیں آج سے الگ
بدنام تو وہ خود ہوا ، تشہیر کس کی تھی

لڑکی کے پاس بھی نہ تھا اُس کا کوئی جواب
مایوس ہو گئی ، لگی تعزیر کس کی تھی

اس طرح ٹوٹا رشتہ یہ چھوٹی سی بات پر
قولِ سدید چھوڑ کے ، تحقیر کس کی تھی

طارق میں سوچتا ہوں وہ جنّت میں کیا ہوا
آدم نے کھائی تھی جو ، وہ انجیر کس کی تھی

ہم نے تو جو کِیا ، سو کِیا ، تم نے کیا کِیا
رکھا نہیں بھرم سو ، تماشا ہوا کِیا

کچھ تم سے پردہ پوشی کی امّید رکھی تھی
تم نے بھی درگزر نہ کی ، کیا کیا گلہِ کِیا

ہم کیا جواب دیں گے کہ آخر اسی سے کیوں
کھایا فریب ، جس پہ بھروسہ بڑا کِیا

کہتے ہیں لوگ جان تو رکھتے سنبھال کے
جاں دے کے ہم نے قرضِ محبّت ادا کِیا

آخر کوئی تو بات ہماری بھی ٹھیک تھی
کہتے ہو کیوں ، کہ جو بھی کیا ، وہ بُرا کِیا

مل جاتا ہے طبیب ، اگر دل میں درد ہو
دی زندگی ، مسیح نے یہ ، معجزہ کِیا

قربان جس نے کی ہیں سبھی اپنی خواہشیں
اس کو یہ جوہرِ وفا ، کس نے عطا کِیا

طارق ہوا ہے سُرخرُو، بے شک یہاں وہاں
جس نے مقامِ عشق میں خود کو فنا کِیا

آئے ہیں جو پھر جلسہ کے ایّام ، مبارک
آغاز بھی خوشیوں سے ہو انجام ، مبارک

ہر لحظہ فرشتوں کی حفاظت میں رہو تم
روشن ہو ہر اک صبح ، ہر اک شام مبارک

تائیدِ الٰہی کے جو تم ذکر سُنو گے
افضالِ الٰہی ، تمہیں انعام ، مبارک

مل بیٹھو گے ان سے جو نئے آن ملے ہیں
صحبت ہو بزرگوں کی بھی ہر گام ، مبارک

اس سال کے دوران جو رخصت ہوئے ہم سے
کر لیں گے دعا جب وہ سُنیں نام ، مبارک

گر لب پہ رہے ذکر خدا کا بھی شب و روز
پھر ہوں گے ہمارے تو سبھی کام ، مبارک

مل جائے خلیفہ کی ہمیں دید کی لذّت
زندہ جو کریں روح کو ، پیغام ، مبارک

پائیں گے وہی امن ، جو آئیں گے یہاں پر
کہتے ہیں انہیں ہم ، تمہیں اسلام ، مبارک

صحبت کا بزرگوں کی جو ہے فیض اٹھایا
نیکی کا ہوا دل پہ جو الہام ، مبارک

طارق ہیں کڑے ہجر کے آلام جو جھیلے
تب آیا ہے خوشیوں کا یہ ہنگام ، مبارک

ہم نے جو دل سے پیار کے رشتے ، بُھلا دیئے

یادوں نے آ کے آنکھ سے پردے ، ہٹا دیئے

باغی ہوئے تھے دیکھ کے تم کو کبھی خیال

پھر ہم نے اپنی سوچ پہ پہرے بٹھا دیئے

مہمان بن کے آئے جو سپنوں میں رات بھر

پھر دل نے تم سے ملنے کے ارماں جگا دیئے

قیدِ حیات یوں تو گزاری خوشی کے ساتھ

غم ہم نے اپنے سارے ہنسی میں اُڑا دیئے

دُکھ درد میں تو ساتھ نبھاتا نہیں کوئی
چہرے سے نقش ہم نے دُکھوں کے مٹا دیئے

تاریخ کب لکھے ، سبھی کی داستانِ عشق
کس نے بنائے تاج محل ، کس نے ڈھا دیئے

سب پیڑ خوش تھے ، باغ میں ایسی ہوا چلی
اُکھڑے قدم وہاں پہ ، یہاں پر جما دیئے

طارق ، جنونِ عشق میں صحرا کو چل پڑے
ویرانے ، عشق نے یوں ٹھکانے بنا دیئے

کہا کسی نے ہوئے ظلم کا سبب پتھر
مگر تھا دل کا اندھیرا ، نہ تیرہ شب ، پتھر

جواب ان کو دعاؤں کا کیسے ملنا تھا
بنا لئے تھے انہوں نے تو اپنے رب ، پتھر

جو وہ نہ مل سکا ، ان کو تو سجدہ کرنے کو
پجاری لے گئے تھے اس کے گھر کے سب پتھر

اگرچہ واقعہ گزرے یہ ہو گئے برسوں
کہو تو گریہ و زاری سنو ، بہ لب ، پتھر

جُدائی ایسی ہوئی باپ کی تھی بیٹے سے
کہ انتظار میں آنکھیں ہوئی تھیں اب پتھر

سوال اس نے کیا ، بھائیوں سے یوسف کا
جواب اس کو بھلا دے سکے ، تھے کب پتھر

طواف کرنے گیا جب حرم تو دیکھ لیا
کہ میرے قدموں میں رہتے تھے روز و شب پتھر

نصیب کیسا ہے طارق ، ہر ایک چومتا ہے
جو ایک کونے میں کعبے کے ہے نصب پتھر

گو سُخن سے ، اس سے پہلے بھی ہمیں رغبت ہوئی
کاروبارِ زندگی سے اب مگر ، فُرصت ہوئی

لوگ پڑھ کر میری غزلیں کر رہے ہیں یہ سوال
اس سے پہلے کیا نہیں محبوب سے فُرقت ہوئی ؟

ہجر میں بیٹھے کروڑوں غمزدہ عاشق بھی ہیں
ہم تو خوش قسمت ہیں اُس سے اس قدر قُربت ہوئی

دور بیٹھے جو وطن میں ہیں ، رہیں دل کے قریب
اس تعلّق میں کبھی حائل نہیں غُربت ہوئی

وقت بدلے گا کبھی لوٹ آئیں گے وہ اپنے گھر
فیصلہ ہاتھوں میں اس کے ہے جسے قدرت ہوئی

دھیرے دھیرے غور کرنے پر جو آمادہ ہوئے
جلد آئیں گے جنہیں نیکی سے کچھ نسبت ہوئی

کُن کہا اُس نے تو ساری بن گئی کب کائنات
مرحلہ در مرحلہ تکمیل کی صورت ہوئی

ہم تو اِس امّید پر طارقؔ چلے جائیں وہاں
کون دیکھے گا حساب اُس کو اگر عُجلت ہوئی

ہر ایک دور میں یوں تو پیام آتا ہے
کہ بندگانِ خدا کو سلام آتا ہے

جو اس کا بندہ ہے اس کے حضور جُھک جائے
عبادتوں کا اسے التزام آتا ہے

یہ راستہ ہے نشیب و فراز کا جس میں
بڑھیں گے آگے تو اونچا مقام آتا ہے

یقین کر کے تو دیکھو کہ بولتا ہے وہ
فلک سے دل کی زمیں پر کلام آتا ہے

کتابِ زندگی کے پڑھ لئے ورَق کتنے
کسے خبر ہے کہ کب اختتام آتا ہے

وہ باری باری بلاتا ہے سب کو پاس اپنے
کہ دعوتوں کا اسے اہتمام آتا ہے

لگا دیئے ہیں فرشتے حساب رکھنے کو
عدالتوں کا اسے انتظام آتا ہے

گزار لی ہے جو نیکی میں زندگی طارق
فقط اسی کو ، بقائے دوام آتا ہے

کہتا نہیں غزل کوئی اپنے گیان سے
اترے نہ دل پہ جب تلک وہ آسمان سے

درِّ ثمین جیسے مضامین اس میں ہیں
محمود ہے کلام یہ ، پیر و جوان سے

طاہر کرے کلام یہ ذہنوں کو کر کے صاف
مسرور ہوں گے جو پڑھیں ،اس کو دھیان سے

گرمی سے یوں لگے کہ نکالا بُخارِ دل
درِّ عدن بھی آئیں نظر اس میں شان سے

کچھ میر کی جھلک ہے تو غالب کا کچھ اثر
فیض و فراز بھی نظر آئیں زبان سے

مضطر کی سہلِ ممتنع کی بھی جھلک ملے
جھانکے علیم بھی ہے کہیں تو بیان سے

دریا کنارے شہر کا بھی اس میں شور ہے
ثاقب کی گونجتی صدا ، آئے مکان سے

عابد سے مل گئے ہیں جو استاد ، معتبر
نوک و پلک سنوار دیں ، ہیں سائبان سے

طارق دعا ہے یونہی لہلہاتا یہ رہے
مہکے چمن ہمیشہ مرا زعفران سے

❁ ❁ ❁

شکر ہے صد شکر واجب ، ہم پہ اے پروردگار
حیف ہے صد حیف جن پر ہے پڑی غفلت کی مار

ہو گئی تقلید اندھی ، اپنے آبا کی عزیز
عقل سے کچھ کام لینے کو جو یہ سمجھے ہیں عار

کیا عجب ملّا نے پڑھایا ہو آبا کو سبق
جو شعور و فہم سے خالی تھا خود ، بیروزگار

کر کے ثابت ، وہ جو قرآں نے کبھی خبریں تھیں دیں
کر رہی ہے روز سائنس اب تو اُن پر اعتبار

فوت ہو کر ، کر دیا ثابت مسیحِ پاک نے
اُس کو خود انسان کی پوجا رہی تھی ناگوار

کیا کہیں ، جن کو نظر آتا نہیں ، لکھّا ہوا
جا بجا کرتا ہے فرقاں ، اس کو مُردوں میں شمار

آسماں سے جس نے آنا تھا وہ نازل ہو چکا
جس کے دل میں تھی محمدّ(صلعم) کی محبّت بے شمار

وہ گرفتارِ غمِ امّت ہوا کچھ اس طرح
کی دعا سجدوں میں وہ ، جو پا گئی درگہ میں بار

زندگی دینے کو آیا امّتِ مرحوم کو
" نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی نا گہ زندہ وار "

ہم تو خوش قسمت ہیں طارق ، ہم بھی اُن زندوں میں ہیں
فرض بنتا ہے کہ دیں ، پیغام یہ دیوانہ وار

ترانہ

آؤ آؤ چلو ، مل کے پیارو ، چلو
اپنے دلبر سے ملنے کو یارو چلو

اُس کے چہرے پہ دیکھیں گے ہم نور کو
پُر سکوں ، پُر تبسّم سے اُس طُور کو
ایک قلبی سکینت سے بھر پُور کو
ساتھ دیں گے دعاؤں سے مسرور کو

اس کے گلشن کی تازہ بہارو ، چلو
اپنے دلبر سے ملنے کو یارو چلو

آؤ آؤ چلو، مل کے پیارو ، چلو
اپنے دلبر سے ملنے کو یارو چلو

اک نمونہ ہے وہ حسن و احسان کا
درس دیتا ہے سب کو وہ قرآن کا
بیج بوئے دلوں میں وہ ایمان کا
اس سے روشن دیا دل میں ایقان کا

طوق سب ، سستیوں کے اتارو ، چلو
اپنے دلبر سے ملنے کو یارو، چلو
آؤ آؤ چلو، مل کے پیارو ، چلو
اپنے دلبر سے ملنے کو یارو چلو

وہ جو دیکھے گا دے گا دُعائیں تمہیں
کیوں ہلائیں مخالف ہوائیں تمہیں
لاکھ دشمن اگر آزمائیں تمہیں
پھر ستائیں گی کیسے بلائیں تمہیں

دل حزیں ہیں اگر غم کے مارو ، چلو
اپنے دلبر سے ملنے کو یارو چلو
آؤ آؤ چلو، مل کے پیارو ، چلو
اپنے دلبر سے ملنے کو یارو چلو

فتح و نصرت کی اس کو بشارت ملی
اِس سے پہلے کہ اُس کو امارت ملی

کی حفاظت جو دیں کی عمارت ملی
تیز قدموں سے اس کے ، حرارت ملی

دیں کی حرمت کے اے پاسدارو ، چلو
اپنے دلبر سے ملنے کو پیارو چلو
آؤ آؤ چلو، مل کے پیارو چلو
اپنے دلبر سے ملنے کو یارو چلو

کچھ اصولوں سے بھی آگہی چاہیئے
یہ نہ ہو جو ہے ، مانگا سبھی چاہیئے

سو بہانوں سے بہلایا دل کو مگر
اُس کو صورت جو اس نے کہی چاہیئے

صبر کرنا نہیں ، کُن کی صورت ہو بس
چاہیئے اور ابھی کے ابھی چاہیئے

ناک نقشے پہ اس کا گزارا نہیں
اس کو سیرت کی حور و پری چاہیئے

قدرتی حسن کا ایک شہکار ہو
خوبصورت سی دلہن سجی چاہیئے

ایک بچے کی مانند ہے دل ترا
اس کو سمجھانے کو بھی تو جی چاہیئے

ہر خطا پر شکایت مناسب نہیں
کچھ رعایت ذرا سی کبھی چاہیئے

میں نے دیکھا تو سوچا خدا سے کبھی
مانگنا ہو تو دامن تہی چاہیئے

ایسے بچے کی صورت ہی مانگا کریں
پر کبھی مانگنا تو سہی چاہیے

علم گر چاہیے ، طفلِ مکتب بنیں
کچھ عُجب ، کبر کی نہ کجی ، چاہیے

آپ نے دل سے پوچھا تو ہو گا کبھی
اس کو شاید کوئی اور ہی چاہیے

زندگی آپ کی اُس کے ہاتھوں میں ہے
سوچ لیں غور سے کیا یہی چاہیے

ایک اُس کے اشارے کے ہیں منتظر
ہم کو بس حکمِ امر و نہی چاہیئے

آرزوؤں کو طارق بڑھایا نہیں
کوئی حسرت نہ دل میں رہی ، چاہیئے

ستارے ہر گھڑی جو پاش پاش کرتی ہے
یہ کائنات کئی راز فاش کرتی ہے

صداقتوں کا سمَندر لئے زباں میری
رفاقتوں کے جزیرے تلاش کرتی ہے

غموں کی چھائے گھٹا جب تو ، آنکھ سے برسے
کہاں وہ دل کی زمیں کو نِراش کرتی ہے

مرے ضمیر کی ہر چیخ صدا پیدا
رُوئیں رُوئیں میں مرے ارتعاش کرتی ہے

نہ ہو سکون اگر زندگی میں ، مایوسی
بڑھے تو حادثے بھی ، دلخراش کرتی ہے

کما کے دولتِ دنیا ، خوشی نہیں ملتی
کہ دل کو یادِ خدا ہی بشاش کرتی ہے

کریں جو غور تو دل سے ملے ہمیں طارق
خوشی ہماری یہیں بُود و باش کرتی ہے

❁ ❁ ❁

شام ہوتے ہی پنچھی تو گھر جائیں گے
بے ٹھکانہ مسافر کدھر جائیں گے

ہاتھ پر ہاتھ رکھّے نہیں بیٹھے ہم
اپنے اپنے سبھی کام پر جائیں گے

فکر کیوں جب حقیقت ہیں سب جانتے
آج زندہ ہیں جو کل وہ مر جائیں گے

ہم ہیں مالا میں موتی پروئے ہوئے
ایک ٹوٹا تو سارے بکھر جائیں گے

سامنے اس کو آنے کی جرأت نہیں
جو سمجھتا ہے ہم اس سے ڈر جائیں گے

زندگی کی علامت ، نہیں سانس ہی
دل دھڑکتا لئے کب اُدھر جائیں گے

خُم بدست اپنا ساقی ، جو گھر آ گیا
ہم بھی بادہ لئے ، در بدر جائیں گے

دور رہ کر جو طارق ، نہ جانے ہمیں
ہم سے مل کر وہ کیوں بے خبر جائیں گے

مری بہشت یہی ہے ، مجھے عطا کر دے
مجھے وصال کی لذّت سے آشنا کر دے

تجھے جو پائے مری روح کو قرار آئے
تُو ایسے ذات میں اپنی ،مجھے فنا کر دے

نظر اُٹھا کے تجھے دیکھ پاؤں کچھ لمحے
کہیں سے حوصلہ مجھ کو بھی ایسا لا کر دے

مرے وجود پہ وہ انقلاب آ جائے
گناہ میرے سبھی مجھ سے جو جُدا کر دے

ہے منتظر ترے کُن کا مرا جہانِ دل
کرے جو پاک اسے ، تُو وہی صدا کر دے

جہاں کی رونقیں اپنی طرف بلاتی ہیں
اسیر نفس ہوں اب تک مجھے رہا کر دے

خیال خام ہے طارق ، اگر کوئی سمجھے
کہ جان دے کے ، حقِ بندگی ادا کر دے

آئے جو اُس کی بزم میں سرشار سے گئے
تیغِ نگاہِ یار کے اک وار سے گئے

ملنے کی پیاس ، مل کے اُسے اور بڑھ گئی
سمجھے تھے اب تو ، ہجر کے آزار سے گئے

دیکھا اسے تو دید کی خواہش سوا ہوئی
ہم اور ہو کے طالبِ دیدار سے گئے

اک عشق ہی بچا ہے اسے دیکھنے کے بعد
باقی تو سب مرَض دلِ بیمار سے گئے

کرتے رہے اشارہ وہ حُسنِ ازل کی اور
بل کب تھے اُس کے گیسوئے خمدار سے گئے

سوچا تھا اُس سے باتیں ہزاروں کریں گے پر
جب اُس کے سامنے ہوئے ، گُفتار سے گئے

جلوے کی ایک ، تاب نہیں لا سکے تھے جو
پھر اس کے بعد دید کی تکرار سے گئے

طارق جو اُس کے پیار کے رستے پہ چل پڑے
پھر جس طرف گئے ہیں کوئے یار سے گئے

زبانوں پر جو شعلوں سی لپک دیکھی ہے اب ہم نے
تو چہروں پر بھی آشا کی دمک دیکھی ہے اب ہم نے

جہالت کی سیاہی کو سحر میں علم ہی بدلے
مگر بالوں میں چاندی کی چمک دیکھی ہے اب ہم نے

چھپا کر درد گو رکھّا ہوا تھا اس زمانے سے
کہیں لہجے میں غم کی بھی کسک دیکھی ہے اب ہم نے

جُدائی کے دُکھوں سے روگ لگ جاتے ہیں جو اکثر
نمی کی ، آنکھ میں کچھ کچھ ، جھلک دیکھی ہے اب ہم نے

ہے خاکہ زندگی تو , رنگ بھرنا بھی ضروری ہے

ہو بارش ، دھوپ چھاؤں تو ، دھنک دیکھی ہے اب ہم نے

دعا کی استجابت پر ، یقیں پہلے بھی تھا طارق

یہ پھر جاتی زمیں سے عرش تک , دیکھی ہے اب ہم نے

شعور ، لا شعور کی یہ کیسی داستان ہے
مکان ، لامکان ، اک ، ہمارا امتحان ہے

سمجھ سکا ہے کون اِس کو ، سرخرو ہوا ہے جو
خبر نہیں کہاں کوئی ، بلائے نا گہان ہے

سنو تو ! ہم نے جیسے تیسے زندگی گزار دی
ہے سوچنا تمہیں ، کہاں نفع ، کہاں زیان ہے

ہو لا ابالی زندگی ، تو مقصدِ حیات کیا
نہ خوف موت کا ہو پھر ، عزیز کس کو جان ہے

جو نعمتیں ملی ہیں شکر ان کا کیا ادا کیا ؟
یہ کل کو پوچھا جائے گا ، مگر کہاں دھیا ن ہے

یہی ہے سوچ وقت اپنے پاس ہے ابھی بہت
نماز کو تو دیر ہے ، ابھی ہوئی اذان ہے

ہر ایک دن، نیا چڑھے جو لائے وہ خبر یہی
رہے گا تو سدا جواں، غلط ترا گمان ہے

طویل شب تھی نیند کی ، اُٹھیں سحر بھی ہو گئی
ہے طارق اس پہ ٹوٹتی ، تری غزل کی تان ہے

محبّتوں میں ، تماشا نہیں کِیا کرتے
جہاں ہو دوستی گلہِ نہیں کِیا کرتے

جو روٹھ جائے اسے جا کے خود مناتے ہیں
ذرا سی بات پہ جھگڑا نہیں کِیا کرتے

جہاں پہ دے دیا دل ، جان بھی لُٹاتے ہیں
منانا یار ہو تو کیا نہیں کِیا کرتے

ہیں خواب اچھے مگر یاد میں کبھی اس کی
اُڑے جو نیند تو شکوہ نہیں کِیا کرتے

بڑھے جو کھول کے بانہیں ، گلے ملیں اس کو
یونہی تو خانۂ دل وا نہیں کِیا کرتے

جنوں میں کتنے ہی ، مسکن اسے بناتے ہیں
گلہ جگہ کا تو صحرا نہیں کِیا کرتے

ہیں آتے راستے میں ان کے موڑ تو بے شک
سفر کو ترک تو دریا نہیں کیا کرتے

خلوص جن میں نہ طارق ہو ، دور رہتے ہیں
وہ لوگ دل میں بسیرا نہیں کیا کرتے

آئے گا سامنے نہ کوئی مدّعی ، وہاں
ہو گی قبول جو یہاں کر لی سعی ، وہاں

مکر و فریب دیکھ کے دنیا سے ہم چلے
سچّی ملے گی رہنے کو بستی نئی ، وہاں

ہم ہی نہیں ، گئے ہیں بہت اور لوگ بھی
امّید ہے ملیں گے ، شناسا کئی وہاں

دریا سے ہو وصال ، سو دامن کو چل پڑی
ندّی فرازِ کوہ سے چل کر ، گئی وہاں

حیرت ہے آپ کو ہُوا چلنے پہ اعتراض
رونق تو ہو گی آپ کے دم سے بھئی وہاں

بھولیں گی اپنے سارے سبزہ زار ، وادیاں
رُت آئے گی نظر جو انہیں سُرمئی وہاں

چندھیا نہ جائیں آنکھیں نظر ان پہ جو پڑے
سیمیں بدن پہ گہنے ہوں گے ، نقرئی وہاں

پینے کا انتظام تو کرتے ہیں بادہ نوش
حسرت کہیں جو میکدے کی رہ گئی وہاں

طارق رضائے یار کی خاطر جو بادشاہ
چھوڑیں گے تخت پائیں گے ، تختِ کئی ، وہاں

زندگی سہل سمجھ بیٹھے تھے نادانی سے
آجکل موت بھی آتی نہیں آسانی سے

چینِ دل مال کمانے سے نہیں ہوتا نصیب
کب سکوں آئے ہے ، اشیا کی فراوانی سے

وہ جو سمجھے تھے انہیں فکر نہیں ہے کوئی
دیکھو کیا حال ہوا ان کا پریشانی سے

شہر کے طور طریقے اگر اپنا بھی لئے
دیکھتے پھر بھی ہیں کچھ لوگ تو حیرانی سے

وہ جو الزام ہمیں دیتے تھے رسوائی کا
خود وہ نادم ہوئے بیٹھے ہیں پشیمانی سے

اب تو صحرا کو بھی چھوڑے ہوئے مدّت گزری
دل ہے بے چین ہُوا ، شہر کی ویرانی سے

وہ جہاں بھی ہو ، الگ سب سے نظر آتا ہے
میں نے پہچانا اسے چہرے کی تابانی سے

طارق آزادیٔ دل خوب ہے لیکن اس کو
باندھ کر رکھّو ، اصولوں کی نگہبانی سے

آپ آئیں گے اگر دل میں تو راحت ہو گی
اس سے کیا اور بڑی پھر کوئی جنّت ہو گی

لفظ محتاج اگر ہوں بھی زباں دانی کے
وہ سمجھ لے گا اشارے ، جو محبّت ہو گی

وہ مجھے خود سے جُدا کر کے تو پچھتائے گا
اُس کو بھی میری طرح اپنی ضرورت ہو گی

میں نے یہ سوچ کے جذبات پہ قابو رکھا
ایک آنسو بھی گرے گا تو ندامت ہو گی

ہم تو مل جل کے کبھی روتے کبھی ہنستے تھے
ہم پہ رونے کی ، کسے دہر میں فرصت ہو گی

پوچھنے آتے رہے لوگ تو بیماری میں
ہاں مگر اس کے بنا کیسے عیادت ہو گی

کبھی بن جا تا ہے مجبوری یہ چپ رہنا بھی
کھول دی ہم نے زباں گر تو شکایت ہو گی

حشر کے روز بھلا کون کہے گا مجھ سے
تم کو معلوم تھا طارق کہ ، قیامت ہو گی

تھی شب طویل ، چاند ستارے نکل آئے
ہم سیر کو دریا کے کنارے نکل آئے

سوچا تھا کون ہوں گے مخالف ہمارے یاں
مُڑ کر جو دیکھا ، اپنے ہی سارے نکل آئے

پہچان کر ہمیں کہ یہ ہیں کس قبیل سے
آنکھوں میں شیخ جی کے ، شرارے نکل آئے

چنگل میں ان کے پھنس گئے ، اتنے میں ناگہاں
کچھ غیب سے ہمارے ، سہارے نکل آئے

ہم نے تکلّفاً جنھیں سلام کہہ دیا
بچھڑے ہوئے وہ دوست ہمارے نکل آئے

ہم سے بھی ایک بار ہوا اتّفاق یہ
ہم گُم گئے تو رہنُما ، تارے نکل آئے

معصوم صرف یوسفِ کنعاں نہ تھا اسیر
کچھ قید ہیں کہ گھر سے ، سپارے نکل آئے

قربانیٔ حسین سے ان کو نہیں غرض
پر شامِ غم منانے ، بچارے نکل آئے

کرتے ہیں اعتراض یہ کہہ کر بھی دوستو
کیوں گھر کو چھوڑ ، درد کے مارے نکل آئے

طارق جہاں بھی ہم گئے تنہا نہیں رہے
یادوں کی تہہ میں کتنے ہی پیارے نکل آئے

ہم دیارِ یار میں بیٹھے ، سُخن کہتے رہے
اِس کو احسانِ خدائے ذُوالمِنَن کہتے رہے

رنگ و خوشبو سے مزیّن ہے جو اسلوبِ زباں
پھول کلیوں سے بھرا اس کو چمن کہتے رہے

رات دن محنت ہمارا ہو گیا معمول یہ
ہو گئی ہے کام کی ایسی لگن ، کہتے رہے

بات حکمت سے جو کی اس پر پذیرائی ملی
تلخ سچ بھی ، سر پہ ہم باندھے کفن ، کہتے رہے

چاشنی لہجے کی گرچہ ہر جگہ ملتی نہیں
پھر بھی جو کہنا تھا وہ خندہ دہن ، کہتے رہے

مہرباں ایسے بھی تھے ، کرتے رہے تنقید جو
چل رہے ہو تم الگ سب سے چلن ، کہتے رہے

جب کبھی تعریف کر دی ہے کسی استاد نے
ہم ہمیشہ اِس کو اُن کا حُسنِ ظن کہتے رہے

ہم نے طارق جو کہا بے شک ہے سب اس کی عطا
دل میں جو ڈالا گیا ، ہو کر مگن ، کہتے رہے

جہاں جہاں بھی کوئی کربلا ، الم دے گی
نوید ، صبح کی ، ہر ایسی شامِ غم دے گی

سلگ رہا ہے جو ایمان دل کی گلیوں میں
یقیں ہے گرمیِٔ الفت ، عمل کو دم دے گی

دھنک جو نکلے کبھی بارشوں کے موسم میں
تو رنگ ، روشنی کیا آسماں سے کم دے گی

صدائے کن فیکوں پھر سنی فلک پر سے
یہ کائنات نئی کہکشاں جنم دے گی

بتوں کی دل میں جگہ ہی نہیں رہی باقی
تو زندگی ہمیں کیا ؟ چاہتِ صنم دے گی

کسی نے سوچا تھا ہو گی یہ میزبان ، زمیں ؟
تمام جگ سے جو آئیں گے ، ہم قدم ، دے گی

جہاں میں پھیلتی جائے گی حق کی جب آواز
تو لمحہ لمحہ خبر ، سب کو دم بدم دے گی

سنبھال پائے گا کیسے کوئی بھلا دل کو
ہوا جو زلف کو لہرا کے پیچ و خم دے گی

جو شش جہت تری تصویر جائے گی طارق
شعور و فہم و فراست کو پھر قلم دے گی

مطمئن دل ہوا سا لگتا ہے
اُس کا کچھ تذکرہ سا لگتا ہے

آئی اُس کی گلی سے ہو کے صبا
گھر معطّر ہوا سا لگتا ہے

کیسی طاری غنودگی ہے یہ
خواب کا تجربہ سا لگتا ہے

اس نے سپنوں میں آنا ہو شاید
در کا پردہ ہِلا سا لگتا ہے

ہے یدُاللہ ، ان کے ہاتھوں پر
ہاتھ اس کا ، خدا سا لگتا ہے

دیکھ کر اس کو ہم ہوئے مدہوش
نشّہ ایسا چڑھا سا لگتا ہے

اُس کو دیکھا ہے ساری دنیا نے
سب کا وہ رہنما سا لگتا ہے

ہم تو قائل تھے پہلے ہی طارق
اب عدو بھی جھکا سا لگتا ہے

دل کسی کے جو نام کر بیٹھے
کام اپنا تمام کر بیٹھے

نشّہ ہے یا سرور آنکھوں میں
نوش کیسا یہ جام کر بیٹھے

بام پر وہ دکھائیں گے جلوہ
اُس گلی میں قیام کر بیٹھے

عکس دل میں وہی نظر آئے
شیشہ خود کو مدام ، کر بیٹھے

اب وہیں ہیں جہاں وہ لے جائے
ہاتھ جس کے زُمام کر بیٹھے

ہم سے تنہائی ہی مخاطب تھی
ہم یونہی ہم کلام کر بیٹھے

رکھ دی تعزیر نام لینے پر
وہ خدا کو بھی رام کر بیٹھے

کہہ دو ، صیّاد سے کہ خود کو ہی
یہ نہ ہو زیرِ دام کر بیٹھے

ہم پہ الزام ہے ، سرِ راہے
طارق اُس کو سلام کر بیٹھے

آپ کہہ دیں ، جو ہوں پسند ، الفاظ
پر نہ پہنچائیں وہ گزند ، الفاظ

لمبے چوڑے سنے ہیں وعظ ، مگر
دل کو اچھے لگے ہیں چند ، الفاظ

دھیمی آواز ، نرم لہجہ ہو
بولیں پر وہ جو ہوں بلند ، الفاظ

لاکھ کہتے رہو نہ ہو تاثیر
ہو عمل ، تب ہوں ، نفع مند ، الفاظ

بند کوزے میں جیسے ہو دریا
ایسے ہوتے ہیں ، سود مند الفاظ

سب کے ایسے تو ہو نہیں سکتے
اس کے شیریں تھے جیسے قند ، الفاظ

نفرتوں کے جو کھولیں دروازے
بولتے ہیں وہ شر پسند ، الفاظ

لائے پیغام ہم محبّت کا
پیار کے لے کے من پسند الفاظ

ہم سے راضی خدا تبھی ہو گا
ذکر کے جب کریں بلند الفاظ

گر مناسب ہوں سر بلند کریں
کر دیں طارق یہ ارجمند الفاظ

اساس میں بہا جو اِس کی ، آج بھی ، لَہُو مِلے
عزیز تر ہو جاں سے گر وطن , تو آبرو ملے

جو آنکھ ٹپکے بادَلوں کی ، تب ہوں سبز وادیاں
جلے جو آفتاب تو ، حیات کو نُمُو ملے

زبان پر ہیں ، تِشنہ لب جِہاد کی کہانیاں
گلی گلی یہاں پہ رقص ، ہاتھ میں سُبُو ملے

سنی ہے داستاں بہادری کی ایک دور میں
چمن کو نغمہ خوان جب بہت سے خوش گلو ملے

تھا ماں کا روپ اُس گھڑی تو اور ہی نکھر گیا
اِسے سنبھالنے کو جب جوان خوبرو ملے

ہیں گونگی اب شرافتیں ، ضمیر بھی ہیں سو گئے
رِوایتوں میں ہاں کہیں ، لکھی وہ گفتگو ملے

تلاش تھی کبھی کہ پائیں راہیں عِلم و فَضل کی
کہاں وہ عزم و شوق اب ، کہاں وہ جُستُجُو ملے

خزاں کا دَور ہے تو کیا کہ ، زرد ہے ذرا زمیں
بہار کے ، عَلَم پہ اس کے ، رنگ ہُو بَہو ملے

ہوں دُور مفسدِ و کمیں ، مکیں یہاں کے ہوں امیں
یہاں بھی امن و آشتی ، ہے دل کی آرزو ملے

کمال ہے صلاحیت کی ، اس کے باسیوں میں جو
درست سَمت میں چلے ، وہ سب ہی ، سرخرو ملے

ہو نم زمیں اگر ذرا ، ہری بھری ہو پھر فضا
چمن میں وہ چلے ہوا ، سفر میں گُل کی بُو ملے

زمانے بھر کی چاہتیں ہوں اِس کے ساتھ ہر قدم
کہ تیِرگی میں روشنی دعا کی چار سُو ملے

ہے طارق اب یہ آرزو کہ امن ہو ، امان ہو

خدا کرے کہ رہنما اب اِس کو ، نیک خُو ملے

اپنا جو عکس دیکھ لیا دل میں ، ڈر گئے
وہ جو حسین ہوتے تھے ، منظر کدھر گئے

افسانہ کیا سنائیں ، حقیقت بیاں کریں
کھوئے گئے کچھ ایسے جہاں میں کہ مر گئے

ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں معجزے
دل کتنے جن کو دیکھ کر ایماں سے بھر گئے

مقبول ہو گئے ہیں ہمارے وہی عمل
جو بے غرض ، کسی کی محبّت میں کر گئے

خیرہ نگاہ ہوتی تھی جن کی چمک سے وہ
مٹی میں ایک دن سبھی لعل و گہر گئے

وہ پیڑ جو لگا کے گئے اپنے ہاتھ سے
خود کتنے باغبان وہ کھا کر ثمر گئے

اک حادثہ نہیں ہے فقط زندگی یا موت
ہم امتحاں میں روز ہی شام و سحر گئے

طارق تمہیں نہ مل سکا اب تک بھی یہ سبق
کتنے بچے ہیں دن یہاں ، کتنے گزر گئے

نظم

کام سب چھوڑ کے میں تیری ڈگر پر نکلوں
دیکھنے دنیا ، ترے ساتھ سفر پر نکلوں

کوئی منزل ہی نہ ہو چلتے چلے جائیں بس
ہم کو یادیں نہ ستائیں نہ کبھی آئیں بس

یوں کبھی سوچ کے بُنتے ہوئے تانے بانے
نیند جب آئے تِرا ، سپنا سہانا دیکھوں

میں تری زلف کے سائے میں گزاروں راتیں
صبح ہوتے ہی تِرا چاند سا چہرہ دیکھوں

تو اگر مجھ سے جُدا ہو بھی مرے ساتھ رہے
تُجھ کو ہر موڑ پہ بیٹھے ہوئے تنہا دیکھوں

خواب دیکھوں تو میں تعبیر بھی اس کی پاؤں
پوری ہوتی ہوئی ہر اپنی تمنّا دیکھوں

تلخ ہے پر یہ حقیقت کہ بہت مشکل ہے
ہو سفر کیسا بھی ہوتی تو کوئی منزل ہے

ہو تعیّن کسی منزل کا تو اس سمت چلیں
تختۂ دار کو بھی ، چھوڑ کے ہم تخت ، چلیں

دوڑ سکتے نہیں جائیں گے کہاں دنیا سے
حال رہتا ہے جو پیوستہ سدا فردا سے

اپنے ماضی کو جُدا کیسے کریں گے خود سے
بھول جائیں گے جو رشتے ، تو مریں گے خود سے

سوچ تو سوچ ہے یونہی چلی آتی ہے کبھی
ذہن کے در پہ کھڑی شور مچاتی ہے کبھی

ایک دن سچ کا ہمیں سامنا کرنا ہو گا
ہم چلے ، چھوڑ کے دنیا یہی کہنا ہو گا

حقوق انساں کے کرتا ہے مسلسل جو غصب کوئی
خدا کا کر رہا ہوتا ہے سامانِ غضب کوئی

کسی کو سوچنے کی ہو جو فرصت ، جان لے گا وہ
کہ پے در پے عذاب آنے کا آخر ہے ، سبب کوئی

جہاں میں ظلم جب اپنی حدوں کو چھونے لگتا ہے
اشارہ دے ، کہ مظلوموں کا بھی ہوتا ہے ربّ کوئی

تھا ڈوبا لشکرِ فرعون ، موسیٰ کے تعاقب میں
خدا کا جب بھڑک اُٹھے غضب ، بچتا ہے کب کوئی

تھا جھٹلایا گیا جب نوح ، تب جا کر دعا مانگی
تو سیلاب آ گیا وہ جو کہ طوفاں تھا عجب کوئی

کہیں موسیٰ کا پھر فرعون نے پیچھا کیا ہو گا
ہوا ہے نوح کا پھر سے کہیں پر بے ادب کوئی

جلائی ہے کہیں پر آگ پھر نمرود نے کہہ کر
براہیمی ہے کیسے گر نہیں ہے یہ عرب کوئی

مریضوں کو شفا دینے کو اُترا آسماں سے پھر
مسیحا جس نے اپنا کھول رکھا ہے مطب کوئی

تباہی کا کہیں باعث نہ ہو اس کا ہی جھٹلانا
خدا ہو رہنما اس کا ، جو ہو سچ کی طلب کوئی

کیا کیا نہ روپ اس کے لیے دھارتے رہے
جیتے تو جان بوجھ کے بھی ہارتے رہے

دینے پہ دل نہیں کسی کو اختیار جب
کیوں سر پہ کفِ دست ، یونہی مارتے رہے

سب کچھ تو اپنے پاس تھا اس کا دیا ہوا
سو جان و دل اسی پہ ہی تو وارتے رہے

ناراض ہو نہ جائے کہیں مہرباں خدا
شیطاں کو سوچ کر یہی ، دھتکارتے رہے

شہروں کی خامشی تھی کہ تنہائیوں کا شور
تیرے خیال ، باعثِ افکار تھے رہے

شاید کوئی بچائی ہو گی ہم نے زندگی
اکثر تو زندگی کا کھیل ہارتے رہے

طارق ہمارے دوستوں نے ساتھ کب دیا
سنتے رہے ، کِیا تو یہ ، ہُنکارتے رہے

خوش تم سے تھا خدا تو تب و تاب دے گیا
ناراض ہو گیا ہے جو سیلاب دے گیا

روٹھے ہوئے خدا کو منائیں کسی طرح
کوئی یہ مشورہ تمہیں نایاب دے گیا

بھولے ہو کیا خدا وہ رحیم و کریم ہے
تھی تشنہ لب جو قوم ، اسے آب دے گیا

ہوتا ہے یہ سفینہ کسی اور ہاتھ میں
ساحل کا راستہ کبھی گرداب دے گیا

خالی وہ کب ہوا ہے عطا اس نے جو کیا
دریا اتر کے ، دیکھو تو پایاب دے گیا

تعبیر کی تلاش میں نکلا کریں گے ہم
آنکھوں میں اس لئے بھی کوئی خواب دے گیا

اس کی نگاہِ ناز کا ایسا ہوا اثر
کچھ تیز دھڑکنیں دلِ بے تاب ، دے گیا

طارق غبارِ راہ نے منظر چھپا دیا
بادَل چھٹا تو موسمِ شاداب دے گیا

❀ ❀ ❀

نظر دوڑا کے دیکھو ہر زماں میں
ہے رخنہ کیا ، کوئی کون و مکاں میں

زمیں کا حسن ، صحرا اور دریا
ہیں روشن چاند تارے آسماں میں

غنیمت ہے کہ مل بیٹھے یہاں سب
بہت سے اور بھی ہیں کارواں میں

زمانے کو نہیں فرصت ذرا بھی
بھلا رکھا ہے کیا عِشقِ بتاں میں

جنوں میں ہوش کی باتیں اگر ہوں
کوئی گہرا سبق ہو داستاں میں

مری یادوں میں آکر شور کرنا
نہیں آداب اس آہ و فغاں میں

رہی اک شاخِ دل اب تک ہری ہے
ہوئے ہیں زرد پتّے گلستاں میں

" الٰہی ایک دل کس کس کو دوں میں "
ہیں اتنے چاہنے والے جہاں میں

تری سب خواہشیں پوری ہوں طارق
نہاں ہو جائے گر یارِ نہاں میں

ہر گھڑی اپنی ، جو یادوں میں بِتاؤں ، تیری
تُجھ کو ، تعریف لکھی ہے جو ، سناؤں تیری

ہر اکائی میں ، ترے حسن کی ، یکجا کر کے
روز سوچا ہے کہ تصویر بناؤں تیری

رنگ جتنے بھی دھنک کے ہیں سبھی اس میں بھروں
پھر اسے دیکھ کے ، یادوں کو سجاؤں تیری

نقش ہر ایک ترِا دل میں ہے محفوظ مگر
کیسے صورت وہ حسیں پردے پہ لاؤں تیری

اب تو اک عرصہ ہوا تجھ سے ملاقات ہوئے
پھر ترِا قُرب ، رضا کیسے میں پاؤں تیری

سر کے بل میں تو چلا آؤں بلائے جو مجھے
بن بُلائے کہاں اس بزم میں آؤں تیری

طارق اُس حسن کے پیکر سے ہو نسبت کیونکر
سوچتا ہوں تجھے حالت تو بتاؤں تیری

وصالِ یار کا سودا سمایا سر میں رہا
یہی سبب تھا کہ حالاتِ پُر خطر میں رہا

چراغِ بام ، ہواؤں کی دسترس میں تھا
تمام عمر کھٹکتا کسی نظر میں رہا

جو خوش نصیب تھے وہ جلد پا گئے منزل
میں گھر سے نکلا تو پھر عمر بھر سفر میں رہا

اگرچہ ہجر میں کتنے ہی دن گزارے ہیں
تمہیں جو دل میں بٹھایا تو اپنے گھر میں رہا

طلسم ، دیکھ کے چہرہ ، ہوا ہے کچھ ایسا
ہُوا نہ فیصلہ ، دل بس اِدھر اُدھر میں رہا

کِھلا ہے گل تو مہک چار سُو چمن میں ہے
اداس شب تھی ، بڑا لطف گو سحر میں رہا

سفر طویل تھا طارق ملا یہ اُس کا صلہ
نہ فاصلہ کوئی مالک میں اور بشر میں رہا

کیوں دلِ مضطر کی ہوتی بیقراری کم نہیں
عمر بھر یوں تو ہوئی حاجت براری کم نہیں

دیکھ کر اس کو مجھے اکثر خیال آتا ہے یہ
جو عطا اُس کو ہوئی ہے ، شہر یاری کم نہیں

خشک موسم تھا رہا گرچہ خزاں کا سامنا
اِس چمن کی اُس نے کی پر آبیاری کم نہیں

دوربیں اس کی نظر ہے ، اس کا دھیما ہے مزاج
دل میں اس کے مشکلوں میں بردباری کم نہیں

اس نے آ کر کر دیئے آزاد سوچوں کے طیور
جو اسیروں کی ہوئی ہے رستگاری کم نہیں

مُوردِ الزام ٹھہرائے گئے معصوم لوگ
ان پہ پھر ناحق ہوئی جو سنگباری کم نہیں

پوچھتے ہو کیا ہوا ہے اب وطن میرے کا حال
فوج تو ہو یا نہ ہو پر فوجداری کم نہیں

طارق اچھا ہی ہوا تم آ گئے باہَر میاں
دیس میں رہتے تو ہوتی شرمساری کم نہیں

دل کہیں پارہ پارہ کر لیں گے
وحشتوں سے کنارہ کر لیں گے

رات کالی ہے راستہ مشکل
کوئی رہبر ، ستارہ کر لیں گے

گر ارادہ ہو ساتھ دینے کا
ہم دُعا ، استخارہ کر لیں گے

تم ہماری نہ اتنی فکر کرو
کام ہم اپنا سارا کر لیں گے

تم چلے آؤ مل کے ہم دونوں
جیسے تیسے گزارہ کر لیں گے

عادتیں اپنی کچھ بدل ڈالو
لوگ کب تک گوارا کر لیں گے

جب ضرورت پڑی تو وہ خود ہی
جانتے ہیں ، اشارہ کر لیں گے

طارق آئے گا امتحاں جب بھی
کچھ نہ کچھ ہم بھی چارہ کر لیں گے

ہاتھ تھاما ہے جس کا ، سُرعت میں
سب سے بڑھ کر ہے آج حُرمت میں

جس کے کردار سے مہک آئے
بیٹھئے گا اسی کی قُربت میں

سامنے آ کے جو نہ پہچانیں
یاد کیا وہ کریں گے فُرقت میں

یہ خوشامد جو کرتے پھرتے ہیں
چھوڑ جائیں گے سارے غُربت میں

عیب لوگوں کے بھول جائیں گے
آئینہ دیکھ لیں جو فُرصت میں

زندگی میں کبھی نہ پوچھیں حال
ڈالیں چادر وہ آ کے تُربت میں

کچھ تو طارق لُٹا کے بیٹھے جاں
ہم بھی کچھ کم نہیں ہیں جُراَت میں

دے کر ادھار واپسی کی خیر مانگئے
لیکن نہ مانگ کر کسی سے بَیر مانگئے

ہاں مانگئے کہ بخش دئے جائیں سب گناہ
جنّت کی ہو نصیب ہمیں سیر مانگئے

کب تک بتوں کے سِحر میں جکڑے رہیں گے آپ
چھوڑیں حرم جناب ، یہاں دَیر مانگئے

کیونکر کہو دعائیں تمہاری نہ ہوں قبول
سجدے میں پڑ کے عاجزی کے پیر، مانگئے

عرفان و فیض کے ہوں سمندر کے غوطہ خور
جو عرش تک بھی اُڑ سکیں وہ طیر مانگئے

دے دیں وہ جاں چمن کو ضرورت پڑے اگر
غالب نہ آئے ان پہ کوئی غیر ، مانگئے

طارق جنونِ عشق سے پہلے رہے خیال
ہوش و خرد میں خاتمہ بالخیر مانگئے

کہتے ہیں کوئی آتا نظر راہبر نہیں
اُترا جو آسمان سے اس کی خبر نہیں

جس کو نگاہیں ڈھونڈتی پھرتی تھیں ہر طرف
حیرت ہے اس کی سَمت کسی کی نظر نہیں

جلتے ہیں یونہی اب بھی کھڑے سخت دھوپ میں
سایہ جو دے نظر انہیں آتا شجر نہیں

منبر پہ چڑھ کے بولتے با ریش ہیں کئی
سوچیں تو ان کے وعظ میں کیونکر اثر نہیں

آئے بھی کیسے راستہ سچائی کا نظر
خود اپنے آپ سے ہوئے مخلص اگر نہیں

پہچانتی ہے فطرتِ انسان فرق کو
باطل سے حق کو مات دے ایسا ہُنر نہیں

پھل کھائیں نیچے جو ہیں شجر سایہ دار کے
جو دور ہیں نصیب میں ان کے ثمر نہیں

طارق خدا کے فضل سے ہی رہنمائی ہو
آسان ورنہ ڈھونڈنا سیدھی ڈگر نہیں

ہر کوئی دیس میں جب مجھ کو لگا بیگانہ
ایک سا مجھ کو ہوا ، شہر تھا یا ویرانہ

کون کہتا ہے جنوں عشق کا لے ڈوبا ہے
لوگ کہتے ہیں کہ صحرا کو چلا دیوانہ

سرسری ذکر مرا اُس میں کہیں آیا تھا
جو مرے نام سے مشہور ہوا افسانہ

روک لیتا وہ بھلا کیسے برادر اپنا
وہ تو بھولے سے کہیں رکھا گیا پیمانہ

رازداری کا سلیقہ تو مجھے آتا ہے
کیوں بھلا میں ترے رازوں سے رہا انجانا

جاں لُٹانے کے بھی سامان ہوا کرتے ہیں
جب جلے شمع تبھی آئے گا واں پروانہ

بن پیۓ کون گزرتا ہے وہاں سے طارقؔ
میرے رستے میں تو اس کا ہی پڑے میخانہ

جانے کس کس رستے پر ڈھونڈیں تُجھ کو انجانے میں
کتنا جیون کھو دیتے ہیں ، ہم بھی تُجھ تک آنے میں

ساقی بھر بھر جام پلائے ان کو جو آ جاتے ہیں
پھر بھی ہم کو آتے آتے دیر ہوئی میخانے میں

رشتوں میں تو سب سے اچھا رشتہ پیار کا ہوتا ہے
ایک یہی تو فرق ہے صاحب ، اپنے اور بیگانے میں

پیار میں جان لٹُا دینے کا قصد کیا تھا ہم نے بھی
شاید ذکر ہمارا بھی ہو ، کل چاہت افسانے میں

عشق میں جو پاگل ہو جائے ، وہ مجنوں کہلاتا ہے
عقل کی بات کرے جو کوئی ، جائے پاگل خانے میں

شہر کے شور میں بھی ڈر لگتا ہے مجھ کو تنہائی سے
رونق مل جاتی ہے اب بھی لیکن اک ویرانے میں

طارق گھر گھر جا کر لوگوں کو یہ بات بتائیں اب
ہم سے آ کر آن ملیں کیوں رہتے ہیں شرمانے میں

عشق میں ہوتا آیا ہے یہ ہم کو یوں ہو جانے دو
رکھ کر بھی دل کیا کرنا ہے ، اِس کا خوں ہو جانے دو

راہِ وفا میں اہلِ وفا کب عقل کی باتیں سنتے ہیں
ان کو کیا پروا اس کی ، ہو جائے جنوں ہو جانے دو

لاکھ بچایا ہم نے خود کو اس کے ہاتھوں ہار گئے
جادو یہ سر چڑھ کر بولے ، یہ بھی فسوں ہو جانے دو

بے کل ہو کر دن گزرے ہیں تارے گنتے راتیں بھی
دل کو چین ملا ہے اب کچھ دیر سکوں ہو جانے دو

اس کی قربت میں جا کر ہی پگھلیں گے جذبات مرے
دل میں آگ لگی ہے اِس کو اور فزوں ہو جانے دو

تم کیا جانو ، پیار میں کیا کیا ، کرنا پڑتا ہے قربان
فکر کرو تم اپنی ، میرا ، حال زبوں ہو جانے دو

طارق اس کا وعدہ ہے ، مضطر کی دعا وہ سُنتا ہے
ہو جاؤں سچ مُچ اس کا ، گر اس سے کہوں ہو جانے دو

آدمی انسان ہے اور آدمی حیوان ہے
دیکھ کر اُس کو فرشتہ بھی ہوا حیران ہے

ہو گیا دنیا میں آکر اس قدر مصروف وہ
مقصدِ تخلیق سے بھی ہو گیا انجان ہے

جس نے بھیجا تھا یہاں وہ یاد بھی اس کو نہیں
نام ہی کو رہ گیا باقی اگر ایمان ہے

ظلم کرتا ہے یہاں تک جان بھی ناحق یہ لے
جانتا ہے گرچہ قبضے میں خدا کے جان ہے

احسنِ تقویم سے قعرِ مزلّت میں گرے
بھول جائے یوں خدا کو جو کہاں انسان ہے

ہاں مگر انسان ہے وہ جس نے پائی روشنی
معرفت کے نُور سے جس کی ہوئی پہچان ہے

فائدہ پہنچے ہے اس کی ذات سے ہر ایک کو
اس کی بخشش پر تو شاہد خود ہوا قرآن ہے

سب کا دل میں پیار گر نفرت کسی سے بھی نہ ہو
آدمی پھر تو فرشتوں سے بڑا انسان ہے

اشرف المخلوق کہلائے گا تب ہی آدمی
جب گواہی دے عمل وہ بندۂ رحمٰن ہے

ٹوٹتی ہے تان جا کر اس پہ طارق جان لو
آدمی انسان بن جائے تو اس کی شان ہے

آس کی ڈور پہ سانس تو اٹکی رہتی ہے بیماری میں
اُس قادر ، مطلق کے در پر جھکتے ہیں لا چاری میں

کب اس قابل سمجھیں خود کو چلنے کو تیار ہیں اب
جیون سارا گزرے چاہے مرنے کی تیّاری میں

شاید کچھ مہلت دیتا ہو ، توبہ کی توفیق ملے
کب کے ہم تو رخصت ہو تے ورنہ اپنی باری میں

اپنی اپنی آن پڑی تو کون بچانے آئے گا
کون کسی کے کام آتا ہے خود ہو جب دشواری میں

اس نے تو ہر دور میں بھیجا خوشیوں کا پیغام ہمیں
کون مگر اہمیّت دیتا دین کو دنیا داری میں

اس نے اپنے گھر آنے کا نقشہ بھی تو بھیج دیا
ہم نے ہی سنبھال کے رکھا طارق یہ الماری میں

وعدہ تو وہ کریں گے نبھائیں گے بھی وہ کیا
سچ مُچ ہمارے ملنے کو آئیں گے بھی وہ کیا

مانا کہ ہم پہ جان بھی کر دیں گے وہ فدا
آزارِ عشق دل کو لگائیں گے بھی وہ کیا

سینے سے ہم لگا کے سکوں پائیں گے ضرور
دل کی لگی جو آگ بجھائیں گے بھی وہ کیا

سن کر کہانیاں انہیں افسوس ہے بہت
غم کو مرے فسانہ بنائیں گے بھی وہ کیا

ہم کو اکیلا دیکھ کے موقع ملا انہیں
چالاکیاں کچھ اور دکھائیں گے بھی وہ کیا

طارق ہمارا ان سے تکلّف نہیں کوئی
روٹھے اگر تو ہم کو منائیں گے بھی وہ کیا

جیسے کہ اک نشے میں مخمور ہے یہاں
ہر کوئی دل کے ہاتھوں مجبور ہے یہاں

دنیا میں لوگ اکثر غمگین ہی ملے
لیکن کوئی ملا جو مسرور ہے یہاں

پھیلی ہے روشنی تو چندھیا گئی نگاہ
جو آسماں سے اُترا اک نور ہے یہاں

خوابیدہ سی نگہ بھی اُٹھّی نہ اس طرف
جب کہہ دیا کسی نے ، وہ طور ہے یہاں

کوشش تو ہر جگہ تھی حق کو چھپانے کی
سولی چڑھا تو کوئی منصور ، ہے یہاں

ٹکتے نہیں زمیں پر پاؤں خوشی سے اب
دل عشق میں ہوا جب مغرور ہے یہاں

شاید کسی پہ اس کا بھی آگیا ہو دل
طارق کوئی چھپا جو مفرور ہے یہاں

یہ تم جو حکم نیا لے کے آج آئے ہو
یہ اپنے زُعم میں فتوٰی بڑا سا لائے ہو

نہیں یہ جانتے آبا تمہارے بھی ، پہلے
گزر چکے ہیں اسی دور سے کبھی پہلے

اسی طرح تو فتوٰی کی زد میں آئے تھے
کہ سِحر لے کے کئی ان کی ردّ میں آئے تھے

بہت سے ان میں اسی نام سے بُلائے گئے
کبھی وہ صابی ، کبھی رافضی بتائے گئے

تم آ کے مسجدوں کو اب کہو عبادت گاہ
تمہارے جیسے ہوئے پہلے راندۂ درگاہ

جو پہلے آئے تھے وہ بھی تو تھے بڑے منہ زور
مچائے رہتے تھے دنیا میں مال و جاہ کا شور

انجام کا ر وہ کاغذ کے سارے شیر ہوئے
چڑھے وہ سولی یا پھر راکھ کا وہ ڈھیر ہو ئے

ہمارا کام ہے پھر یاد تم کو کروا دیں
مبادا بھول گئے ہو تمہیں یہ سمجھا دیں

خدا نے خود جو کھڑی کی ، یہ وہ جماعت ہے
امامِ وقت کی اس میں بھری اطاعت ہے

اشارہ کر دے اگر وہ تو جاں فدا کردے
نہ روکے ان کو اگر وہ ، نہ جانے کیا کردے

یہ ایک ہاتھ پہ اٹھتی ہے اور بیٹھتی ہے
یہ قوم اپنی محبّت سے دل کو کھینچتی ہے

اگر ہو حکم تو سجدے میں گِر بھی جاتی ہے
جہاں پہ جانا ہو جاں دے کے پھر بھی جاتی ہے

یہ لوگ وہ ہیں الگ کر دیا گیا جن کو
عمل سے جنّتی کہہ کر دیا گیا جن کو

اس سے ملنے کی بہت تھی آرزو
ہم نے داؤ پر لگا دی آبرو

وہ چمن کی سیر کو جب چل دیا
تتلیوں نے کی اُدھر کی جستجُو

گالیاں سن کر دعا دی اس نے جب
کی فرشتوں نے پھر اس سے گفتگو

ہر زماں ہر سمت میں دیکھا کیا
کم ہی دیکھا اُس سا کوئی خوبرو

تیرگی میں جب ہوا روشن چراغ
روشنی پھیلی اسی سے چار سُو

چاہنے والے بھی ہیں دشمن بھی ہیں
آخرش عاشق ہی ہو نگے سُرخرو

جاں کی قربانی ہوئی ہے ناگزیر
حق کی خاطر کب نہیں بہتا لہو

ہاں مگر وہ رنگ لائے گا ضرور
وہ لہو آئے گا اک دن رُو برو

طارق اب چشمے سے آگے بڑھ گئی
بن گئی دریا ، ذرا سی آبِ جُو

خدا نے جب سکھایا ہے کُھلا توبہ کا در رکھنا
تو کر کے درگزر ، سب دوستوں کو معتبر رکھنا

ضروری تو نہیں جو تم سمجھتے ہو، وہی سچ ہو
کہیں کوئی غلط فہمی نہ ہو یہ سوچ کر رکھنا

جلا دینا دِیا ، دیکھو اندھیرا جب کسی گھر میں
اُسے جلتے ہوئے جب تک نہ ہو جائے سَحَر رکھنا

سرِ رہ مِلنے والے اجنبی لوگوں سے ملنا جب
نہ کہنا دل کی باتیں ، گفتگو بس مختصر رکھنا

چھپانا تو ہوا کرتا ہے مشکل حالِ دل اکثر
نہ چہرے سے عیاں حالت ہو یوں صورت مگر رکھنا

مخالف ہر قدم پر راستہ روکیں گے لیکن تم
مقابل ہو کوئی ، ہر حال میں سینہ سپر رکھنا

جسے سمجھو تمہاری دوستی کی پاسداری ہے
تو اس سے واسطہ بے شک ، بلا خوف و خطر رکھنا

بلندی مرتبے میں اپنے چاہو جو کبھی طارق
مرا اعلیٰ ہے رب کہتے ہوئے سجدے میں سر رکھنا

کیسے کہتے ہو زمانے کو خبر ہی نہ ہوئی
اشک بہتے رہے اور آنکھ وہ تر ہی نہ ہوئی

ہم تو انکار بھی کر دیتے محبّت سے مگر
تم نے بات ایسی کہی ہم سے مفر ہی نہ ہوئی

روشنی ہوتی ہے جب آئے افق پر سورج
کیسے ممکن ہے کہ شب گزری ، سحر ہی نہ ہوئی

جب نہیں چاہا مریضوں نے مسیحا سے علاج
پھر وہاں چارہ گری دست نگر ہی نہ ہوئی

ہے قصور اس میں خزاں کا نہ شجر کا کوئی
با ثمر ، پیڑ سے جو شاخ الگ تھی ، نہ ہوئی

لوگ ایسے میں سہارا اسے دیتے کیونکر
جو گراں باری کو تیّار کمر ہی نہ ہوئی

طارق انجام تو امّید ہے اچھا ہو گا
فکر تب ہو گی جو رحمت کی نظر ہی نہ ہوئی

نظم

کس دیس سے آخر آئے ہو
کچھ اور طرح کے لگتے ہو

جانا ہے ضروری تو جاؤ
اک بات ہمیں پر بتلاؤ

تم بالغ عاقل لگتے ہو
اور یوں بھی قابل لگتے ہو

جب بولو تم سچ بولتے ہو
جو بات کرو ہو صاف کرو

دھوکے کی کوئی بات نہیں
سر اونچا کرتی ذات نہیں

ہر وعدہ پورا کرتے ہو
کب کام ادھورا کرتے ہو

تم ٹیکس نہیں چوری کرتے
رشوت سے نہیں تم منہ بھرتے

تمہیں فون کسی کا رام کرے
نہ ہی چائے پانی کام کرے

جو بوجھ ہیں بھاری دنیا کے
دکھ تم کو ساری دنیا کے

آداب کہاں سے لائے ہو
شاید باہر سے آئے ہو

یا اس کو تم نے مانا ہے
جو وقت کا رہبر آنا ہے

پر اتنا ہم نے جانا ہے
اب اس کا سارا زمانہ ہے

نظم

فضا میں نور سے لبریز اک چادر سی چھائی ہے
طلسماتی کشش چہرے کی سب کو کھینچ لائی ہے

یہ کون آیا ہے پھیلی ہر طرف میں روشنی دیکھوں
قمر ، ظاہر ہوئی ہے جس کی ہر سُو چاندنی دیکھوں

یہ مغرب کے افق پر پانچواں اُترا ستارہ ہے
ہماری خوش نصیبی ہے ، یہی رہبر ہمارا ہے

مسیحا کو خدا نے جس جگہ عزّت عطا کی تھی
مسیحا کے خلیفہ نے اسے برکت بھی دینی تھی

خدا کا گھر بنا ہے اب اسی تثلیث کے گھر میں
ملا فتحِ عظیم اس کو ہے نام ، ابلیس کے گھر میں

خبر ، ڈوئی کی سن کر روح ، دل برداشتہ ہو گی
کہ اب صیہون بستی میں اذاں باقاعدہ ہو گی

چڑھا اسلام کا سورج جو پھر اک بار مغرب سے
چلی ٹھنڈی ہوا مشرق کو پھر اک بار مغرب سے

یہاں پیتے ہیں پیاسے معرفت کے جام بھر بھر کے
مبارک صد مبارک عالمِ اسلام کو پھر سے

جائے گر کوئے یار میں کوئی
لَوٹے جیسے خُمار میں کوئی

کس کی یادوں میں کھویا رہتا ہے
یوں ہے جو انتظار میں کوئی

کون منزل کی آس رکھتا ہے
اب تلک رہگزار میں کوئی

بھول جائے جو دیکھ کر اُس کو
ہو گا شاید ہزار میں کوئی

کوئی کیسے کسی کو سمجھائے
حد بھی ہوتی ہے پیار میں کوئی

وہ عیادت کو پھول لائے ہیں
جا چکا جب مزار میں کوئی

پیار سودا نقد کا ہوتا ہے
کیسے مانگے اُدھار میں کوئی

وہ فراموش کیسے ہو طارق
گُل کھلا جو بہار میں کوئی

دھو کے دل میرا کبھی آئنہ ، اُجلا کر دے
جذبۂ عشق مری روح کو تازہ کر دے

شادمانی نہ بنے تُجھ کو بھلانے کا سبب
غم سے ، بیکس کے ، مجھے ایسا شناسا کر دے

تُو کسی بات پہ ناراض نہ ہو جائے کہیں
نفس کی کوئی نہ خواہش مجھے رسوا کر دے

دوستوں کی میں کروں آؤ بھگت جی بھر کے
ہو نہ بیگانگی ایسی کہ جو تنہا کر دے

میں تو لاچار ہوں بیماریٔ دل کے ہاتھوں
چارہ گر میرے لئے کوئی تو پیدا کر دے

اب جو حالت تری دنیا کی ہے تُو جانتا ہے
کون کب چپکے سے ایمان کا سودا کر دے

ہے مسیحا کی ضرورت یہ سبھی جانتے ہیں
قوم جو ہو گئی مُردہ ، اسے زندہ کردے

طارق اب اور میں کیا مانگوں خدا سے اپنے
میں نے مانگا ہے یہی وہ مجھے اپنا کر دے

دل کی آواز مجھے چپ نہیں رہنے دیتی
مصلحت ورنہ کبھی سچ نہیں کہنے دیتی

تیرے کس کام کی دولت ہے یہ سوچا تُو نے
عمر بھر جس کی ہوس گھر نہیں رہنے دیتی

میں ضمیر اپنے کی آواز پہ دیتا ہوں صدا
ظلم خاموشی سے مجھ کو نہیں سہنے دیتی

میں نے اب تک کسی صحرا کی طرف رُخ نہ کیا
عقل جذبات میں مجھ کو نہیں بہنے دیتی

ہو گی تاثیر کوئی خاص زباں میں ورنہ
یونہی چندے میں تو عورت نہیں گہنے دیتی

فائدہ کیا ہے فقط قافیہ پیمائی کا
شاعری سچ کو اگر سچ نہیں کہنے دیتی

وہ جو کہہ دیتا ہے طارق اسے سن لیتے ہو
ہو جُدائی یہ محبّت نہیں سہنے دیتی

محبّت کی عمارت کو نہ یوں مسمار ہونے دو
مجھے ، جانے سے پہلے ، خواب سے بیدار ہونے دو

یہ ممکن ہی نہیں پگھلے نہ دل اُس کا مجھے سُن کر
مرے جذبوں کا اس کے سامنے اظہار ہونے دو

نظر آئے گا کیسے لوگ اُس پر جاں لُٹاتے ہیں
بھری محفل میں تم اُس کا ذرا دیدار ہونے دو

تمہاری ساری شرطیں مان لیں گے ہم محبّت میں
نہ حائل پر ہمارے درمیاں ، دیوار ہونے دو

ہزاروں ٹھوکریں کھا کر بھی عاشق جس پہ چلتے ہیں
کہا کس نے یہ تم سے ، راستہ ہموار ہونے دو

حسد کی آگ میں جلتے ہیں جلنے دو رقیبوں کو
اُنہیں ہیں میری خوشیاں باعثِ آزار ، ہونے دو

مرے محبوب کو میری ہی نظروں سے گرانے کی
جو دشمن کر رہا ہے کوششیں ، بیکار ہونے دو

وہ جن ہاتھوں کو طارق تھام کر عہدِ وفا باندھا
انہیں بوسہ بھی دینے کا مجھے حقدار ہونے دو

بیٹھیں گے پھر سے مل کے ، تُو آنے کی بات کر
لمحے بچھڑ گئے ہیں جو پانے کی بات کر

مت بھول یہ کہ پہلے زمانوں میں کیا ہوا
خوش ہو کے اب تُو اگلے زمانے کی بات کر

چھوٹی سی بات پر ہوئے ہیں تُجھ سے جو خفا
روٹھے ہوؤں کو جلد منانے کی بات کر

گھر سے نکال کر تجھے وہ بھی تو خوش نہیں
ان کو تُو اپنے گھر میں بلانے کی بات کر

رحمت کی چھا رہی ہیں گھٹائیں جو ہر طرف
بادَل تُو التفات کے چھانے کی بات کر

کہتے ہیں لوگ جو گیا ہے آسمان پر
اُس کے تُو اب زمین پہ آنے کی بات کر

تختے پہ چڑھ گئے جو مقابل پہ آئے تھے
اب اس کو تخت پر تُو بٹھانے کی بات کر

مخلوق کی بھلائی کے کاموں میں آگے آ
رب کی رضا ، بہشت کمانے کی بات کر

جو گر گئے ہیں غربت و افلاس کے سبب
ان کو گلے سے اپنے لگانے کی بات کر

طارق دراز قد ہو ترا عاجزی میں جب
سجدے میں اپنے سر کو جھکانے کی بات کر

جو سمجھ آئے تمہاری ، وہ زباں ، بولے گا
وہ جو نظروں سے تمہاری ہے نہاں ، بولے گا

ہے وہ شہ رگ سے بھی نزدیک پکارو اس کو
دل کو گر اس کا بنایا ہے مکاں ، بولے گا

جس کی صحبت میں کوئی وقت گزارا جائے
ایک دن وہ بھی تو پھر اس کی زباں بولے گا

بتکدہ دل کو اگر تم نے بنا رکھا ہے
جاؤ گے اور کہاں ، عشقِ بتاں بولے گا

تم نے چاہت کو جو سامانِ تجارت جانا
پاؤ گے پھر تو زیاں ، سارا جہاں ، بولے گا

آبلے پاؤں میں ہوں ، راستہ مشکل ، پھر بھی
چلتے جاؤ گے تو منزل کا نشاں بولے گا

پوچھ کر دیکھو ملاقات ہوئی ہے جس کی
اُس کی تعریف میں وہ کیسا رواں بولے گا

طارقؔ ، آثارِ محبّت نظر آ جائیں گے
آگ جلتی ہے کہیں جب تو دُھواں بولے گا

جہاں ہو فاصلہ باقی ، وہاں ہوتی ہے یاری کیا
دوئی کو دور کر کے دیکھ ، دل رہتا ہے بھاری کیا ؟

نصیب اُس کو سکوں ہووے کہاں ، جو دور ہو اُس سے
جو ہو اس چاردیواری میں اس کو بے قراری کیا

چھپایا لاکھ تھا دنیا سے ، دل کے رِستے زخموں کو
نظر جس کی دروں بیں ہے، ہو اُس سے رازداری کیا

وہ خیرالماکریں ہے، جانتا ہے ساری تدبیریں
جسے یہ علم ہو ، بندہ ، دکھائے ہوشیاری کیا

اُسے کیا پوچھنا جو خونچکاں پھرتا ہے گلیوں میں
کسی نے اُس کے دل پر ہے ، لگائی ضرب کاری کیا

اکیلے میں کبھی موقع ملا تو اُس سے پوچھیں گے
اسے دل دے ہی بیٹھے ہو ، یا ہے پھر رعب طاری کیا

گرفتارِ محبّت جب ہوئے طارقؔ , اسی کے ہیں
تو اُس پر جان قرباں ہے، ہماری کیا تمہاری کیا

نہیں بے سبب یہ غضب ہوا کہ عذاب اس کا نصیب تھا
یہ لگی کسی کی ہے بد دُعا ، جو خدا کا بندہ منیب تھا

وہی ڈوبنے سے بچا گیا ، لئے ہاتھ میں جو چلا عصا
سنی ہو گی تم نے بھی داستاں ، وہ خدا کا ایک حبیب تھا

ہوا کیا عجب مرا رازداں مرا بن گیا ہے رقیب اب
کیا حسنِ یار کا تذکرہ ، تو وہ میرے سب سے قریب تھا

کبھی اس سے پہلے ہوا نہیں کہ وہ دیکھ کر نہ دے مسکرا
مجھے یوں لگا مرے ساتھ اُس کا سلوک آج عجیب تھا

ہے سوال یہ کہ عزیز کیوں ہو مجھے جو میرا ہوا نہیں
مرا یار ہے جو مرا رہا ، کہیں دور تھا یا قریب تھا

مری اس سے ملنے کی آرزو ، بنی جب دعاؤں میں التجا
مجھے مل گیا تو یقیں ہوا ، کہ مرا بھی ایک مجیب تھا

رہی فکر یہ کہ نہ جانے کیوں وہ بنا ملے ہی چلا گیا
مجھے طارق اس سے غرض نہیں ، وہ امیر تھا کہ غریب تھا

کسی کی زندگی دشوار سے دشوار تر کرنا
سمجھنا پھر اِسے جنّت میں اپنے نام گھر کرنا

یہ ضد کرنا کسی کو حق نہیں ، دین اپنا بتلائے
رضائے یار کی خواہش کے بدلے میں ، مگر کرنا

عجب منطق ہے یہ جس کو سمجھنا قدرے مشکل ہے
کہ ممکن ہی نہیں ، اُن پر دلائل کا اثر کرنا

بتائے گا وہ کیا گزرا نہیں جو ان مراحل سے
نہیں آساں کسی کو حالِ دل سے با خبر کرنا

ضروری تو نہیں یہ دل کسی پر آ ہی جائے گا
یہی سیکھا محبت ہو اگر تو ٹوٹ کر کرنا

" وفاداری بشرطِ اُستواری اصلِ ایماں ہے "
تو جس کو چاہنا اُس سے وفا بھی عمر بھر کرنا

تُم ان کا حال دیکھو آزمائش روز ہے جن کی
حفاظت کر کے ایماں کی ، بصد مشکل بسر کرنا

کسی کے حکم کا ہے منتظر طارق علاج اب تو
دُعا پر منحصر ہو گا ، دواؤں کا اثر کرنا

پیار بڑھتا ہے روٹھ جانے سے
مان جائیں وہ جب منانے سے

مندمل زخم ہو گئے سارے
اُس کے اتنا قریب آنے سے

کیا تھے وہ لفظ ، بن گئے مرہم
مٹ گیا درد ، مُسکرانے سے

دیکھئے تو خُمار آنکھوں میں
چین پایا ہے ڈوب جانے سے

اُس کو دیکھا تھا ایک بار کہیں
بھول پائے نہیں زمانے سے

گو خیالات ہیں نئے اپنے
آدمی ہیں ذرا پرانے سے

آ گئی جو زباں پہ محفل میں
کب بنی بات پھر بنانے سے

پھیل جاتی ہے چار سُو خوشبو
کیا چھپی ہے بتا ، چھپانے سے

سارا عالَم ہوا ہے کب عالِم
بات پوچھو کسی سیانے سے

بانٹ کر مسکراہٹیں دیکھو
لطف آتا ہے کیا رُلانے سے ؟

جب حقیقت سنی مری بولے
یہ ہے بڑھ کر کسی فسانے سے

زندگی یوں بدل گئی طارقؔ
اب ہے مطلب اُسی کو پانے سے

یونہی تعزیر مت لگا دو کوئی
میری تقصیر تو بتا دو کوئی

میں نشانے کی زد میں آیا ہوں
پھر اِدھر تیر چلا دو کوئی

ہے شہیدوں میں گر جگہ باقی
میری تصویر بھی لگا دو کوئی

خواب میں دیکھا ، جانے والے کو
اِس کی تعبیر بھی بتا دو کوئی

صاف کر دو گناہ سے دل کو
کر کے تطہیر جِلا دو کوئی

وہ جو روشن کرے ضمیر ، چراغ
دے جو تنویر ، جَلا دو کوئی

یہ نہ ہو اپنا گھر جلا بیٹھیں
بیٹھ کر فیصلہ کرا دو کوئی

یاد رکھنا یہ حکم آتا ہے
اِس کو شمشیر سے اُڑا دو کوئی

یا جلا کر فضاؤں میں اِس کو
راکھ تقدیر سے بنا دو کوئی

راہِ حق میں لُٹائیں جاں طارق
رسمِ شبّیر ہی سکھا دو کوئی

نرم گر یہ زباں ہوا کرتی
زندگی مہرباں ہوا کرتی

آزمائش کبھی جو ہوتی بھی
پیار کا امتحاں ہوا کرتی

اُس کے پیاروں کا نام بھی آتا
یوں رقم داستاں ہوا کرتی

وہ جو اپنا یقیں نہ دلواتا
اُس کی ہستی گُماں ہوا کرتی

وہ تو آنکھیں کلام کرتی ہیں
بات ورنہ کہاں ہوا کرتی

مل کے آئی صبا گلابوں سے
ورنہ خوشبو نہاں ہوا کرتی

دید ہوتی تو ان کے چہروں پر
پھر مُسرّت عیاں ہوا کرتی

دیکھ لیتے اگر تِرا جلوہ
پھر تو چپ یہ زباں ہوا کرتی

تیری تعریف میں ، سمجھتی گر
قوم ، رطب اللّساں ہوا کرتی

تم سے کہتے اگر ، دعا کرتے
با اثر پھر اذاں ہوا کرتی

آ کے مل بیٹھتے جو سب طارق
کتنی رونق یہاں ہوا کرتی

عشق نے جانے کیسے کیسے لوگوں کو برباد کیا
بے قابو جذبوں نے دل کو ، باعثِ صد افتاد کیا

اک رستے پر ، منہ پھیرے تو ، ساتھ نہیں تھے چل سکتے
چلتے چلتے ، پل دو پل ، من فکروں سے آزاد کیا

لیلیٰ پر الزام نہ آئے ، کس کس کو سمجھائیں ، کیوں
مجنوں چھوڑ گئے ہیں کتنے شہر ، اور دشت آباد کیا

عشق مجازی کرنے والے آخر کو یہ سمجھے ہیں
عشق حقیقی جس نے کیا ہے اُس نے اُسے دلشاد کیا

ہر سُو حُسن بکھیرا ، دیکھو دونوں جہاں کے خالق نے
چہرے کو مہتاب بنایا ، قامت کو شمشاد کیا

وقت ہے ریت کی مُٹھی جو ہاتھوں سے پھسلی جائے ہے
طارق کون ہے جس کو تُو نے ایسے میں اُستاد کیا

کیوں نہ ہو ناز خدّو خال پہ اپنے اس کو
اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے خدا نے اس کو

کاش میری بھی کبھی یاد اُسے آ جائے
نیند سے سپنے جگائیں جو سہانے اس کو

اُس پہ مر مٹنے کو تیّار ہوا تھا کوئی
آئے گا کون بھلا یاد دلانے اس کو

روٹھ جانے کا بہانہ تو وہ کر کے دیکھے
ہم بڑی چاہ سے جائیں گے منانے اس کو

اس کی آنکھوں میں اداسی نہیں دیکھی جاتی
بھیج دیتا ہے خدا ، کوئی ہنسانے اس کو

پھر سے اک بار کہوں گا کہ وہ آئے ملنے
ٹال دینے کے تو آتے ہیں بہانے اس کو

چاہتے ہیں کہ بلائیں اُسے دل میں اپنے
اور آئے نہ کوئی پہلے ، بلانے اُس کو

وہ نہیں بھولا کبھی اپنی دعاؤں میں ہمیں
کیوں نہ ہم بھیجیں دعاؤں کے خزانے اس کو

میکدے جانے کی نوبت ہی نہ آئی طارق
جامِ یوں آتے ہیں آنکھوں سے پلانے اس کو

حسیں تصوّر جو تیرا آیا تو بے خودی میں ہنسا کروں گا
میں سوچتا ہوں کہ سامنے میں نے تجھ کو پایا تو کیا کروں گا

زمیں کی گردش یونہی چلے گی ، فلک پہ تارے رواں رہیں گے
جو چاند روشن ہوا کرے گا ، میں دل کا روشن دیا کروں گا

کوئی جو نزدیک تیرے آئے ، وہ دُور تُجھ سے کبھی نہ جائے
مری بھی خواہش یہی ہے اب تو ، قریب تیرے رہا کروں گا

خدا حفاظت میں اپنی رکھے ، ہو اس کے فضلوں کا سایہ سر پر
خدا جو توفیق دے ، ہمیشہ ترے لئے یہ دُعا کروں گا

ہزاروں عاشق ترے جہاں میں جو اک اشارے پہ جاں لُٹا دیں
میں تُجھ سے یہ عہد کر رہا ہوں ، ہمیشہ تُجھ سے وفا کروں گا

ہے کتنے برسوں سے ساتھ اپنا، چلے ہیں اک راستے پہ طارق
میں عادی اب اُس کا ہو چکا ہوں نہ وہ ہُوا تو میں کیا کروں گا

جس کا ہو اثر دل پہ ، کوئی بات کرو نا !
کچھ ایسا ، بدل جائیں یہ حالات ، کرو نا !

اب بدلیں گے شاید کہ مضامین غزل کے
پہلے تو رہا سوچوں میں دن رات، 'کرو نا'

عرصہ ہوا تشویش کی خبریں ہی ملی ہیں
اب کوئی خوشی دیں جو ، اشارات ،کرو نا !

تم کو جو سمندر سے ملا ، پیاس بجھاؤ
تبدیل تو پانی میں بخارات ، کرو نا !

دریا ہو تو سیرابیٔ صحرا کا ہو ساماں
سورج ہو تو روشن سبھی ذرّات کرو نا !

دل اُس کی محبّت میں ہو سرشار کچھ ایسے
بندوں پہ کوئی اُس کے ، عنایات کرو نا !

اعمال میں اپنے بھی وہی حسن عیاں ہو
تم خود بھی تو ولیوں سی کرامات کرو نا !

جو تم پہ ہوئے فضل تو ہے شکر بھی واجب
پوری کسی مجبور کی ، حاجات کرو نا !

طارق ملے موقع جو تمہیں سجدے میں گر کر
ہو جائیں قبول ، ایسی مُناجات کرو نا !

روح کی دُور ، پیاس کی جائے
زندگی کیوں اداس کی جائے

سامنے آ رہی ہو جب منزل
زندہ رہنے کی آس کی جائے

دَور جب آ رہا ہے خوشیوں کا
دُور اب دل کی یاس کی جائے

وہ جو پینے کا شوق رکھتے ہیں
مے ذرا اُن کے پاس کی جائے

کیا عجب اس کا سامنا ہو تو
گفتگو کوئی خاص کی جائے

زندگی جب رفیق ہے اپنی
کیوں نہ یہ دل کو راس کی جائے

طارق اب اور سوچنا ہے کیا
سوچ ہی اُس کی داس کی جائے

کیوں ڈالتے ہیں لوگ یوں نظریں عجیب سے
حالانکہ جانتے نہیں ہم کو قریب سے

جو مسکراہٹیں بھی کسی کو نہ دے سکیں
لگتے ہیں وہ امیر بھی ہم کو غریب سے

پہلو میں بیٹھ کر بھی ہوئی اُن سے گفتگو
ازحد ہوں خوش کہ موقع ملا یہ نصیب سے

چاہا نہیں ہو اُس کا دیا زخم ، مندمل
اب تک نہ مشورہ کیا ہم نے طبیب سے

گھائل ہیں اُس کے حُسن کے وہ بھی اسی لئے
رکھتے نہیں ہیں بیر ، کسی بھی رقیب سے

چاہو جسے تو اُس کے کھلونے بھی ہوں عزیز
بچپن میں ہی سنا تھا یہ شاید خطیب سے

عاشق کا اس نے دشمنوں سے پا لیا خطاب
رکھتا تھا ایسا پیار وہ اپنے حبیب سے

طارق نہیں ہے پیار میں آسان زندگی
نغمہ سنا چمن میں یہی عندلیب سے

جب دیا دل اسے ، جاں دینے کو تیّار رہے
اس کے بدلے میں صلے کے نہ طلبگار رہے

روشنی یوں تو بہت چاند نے پھیلائی تھی
تم ہی ظلمات کی دیوار کے اُس پار رہے

اس کو کیا ذات ، قبیلے سے ، کہ زر کتنا ہے
وہ یہی پوچھے گا ، کس کس کے وہاں یار رہے

ہم تو کہہ دیتے ہیں بات اچھی لگے یا کہ بُری
یہ نہ ہو سینے پہ رکھا ہوا اک بار رہے

رابطہ ٹوٹ گیا اُس سے تو ہو گی مشکل
یہ ضروری ہے ملا اُس سے کوئی تار رہے

زندگی بیت گئی کب یہ پتہ ہی نہ چلا
ہم کو لگتا ہے یہی دن کوئی دو چار رہے

طارق آزادیٔ دل ہم کو بھی ہوتی تھی عزیز
سر جھکایا ہے تو پھر کاہے کو پندار رہے

حسن افکار تک نہیں پہنچا
عشق اظہار تک نہیں پہنچا

جانتا ہی نہیں مسیحا کو
جو کہے دار تک نہیں پہنچا

ساری دنیا اسے کہے مظلوم
پر یہ سرکار تک نہیں پہنچا

واقعہ سب کو ہو گیا معلوم
وہ جو اخبار تک نہیں پہنچا

جانتے ہیں نتیجہ پہلے ہی
ووٹ حقدار تک نہیں پہنچا

اُس نے انکار ہی کیا ہوتا
گر وہ اقرار تک نہیں پہنچا

مُڑ گیا دوسروں کے کہنے پر
تیرے کردار تک نہیں پہنچا

دیکھتا وہ تری حیا کا رنگ
تیرے دیدار تک نہیں پہنچا

اُس نے یہ سوچ کر دیا دُکھ اور
دل یہ آزار تک نہیں پہنچا

جس نے حُسنِ ازل کو دیکھا ہے
اُس کے انکار تک نہیں پہنچا

طارقؔ اُس کے قریب کیا ہو گا
تُو جو معیار تک نہیں پہنچا

کیا لطف ہم کو ساز کے تاروں میں آئے گا
وہ تو سُروں میں ، راگ ملہاروں میں آئے گا

ہم نے تو خود کو پیش کیا ، جانتے ہوئے
اُس کو پسند ایک ، ہزاروں میں آئے گا

ہم نے خزاں گزار دی یہ سوچتے ہوئے
پھر سے گلوں میں رنگ ، بہاروں میں آئے گا

جن کے سبب سے روشنی پاتے ہیں روز و شب
شمس و قمر کا نور ، ستاروں میں آئے گا

اکثر غموں سے اس لیے بھی واسطہ رہا
احساس کچھ تو درد کے ماروں میں آئے گا

ہم جانتے ہیں شوق سے آیا تھا وہ قریب
اب اس کا نام بھی تو ، ہماروں میں آئے گا

طارقؔ نہیں ہے شہر کے لوگوں میں خوش رہا
دہقاں کو لطف ، کھیت کناروں میں آئے گا

تم سر پیٹو گے اپنا یا پھر سچ کی کھوج لگاؤ گے
یا آنے والے وقتوں میں سب کھونے پر پچھتاؤ گے

وہ پیار سکھاتا ہے تم کو ، تم آگ لگاتے پھرتے ہو
جب اس کے سامنے جاؤ گے تو کیا منہ لے کر جاؤ گے

اِس دھرتی سے ہے بیر تُمھیں گو اس کو ماتا کہتے ہو
کیا خون بہانے میں اس پر تم بتلاؤ شرماؤ گے

آکاش نے دیکھا ہے تم کو ، مغرور سے ، اُڑتے پھرتے ہو
کب انا کی جھُوٹی دیوی کو تم مٹی میں دفناؤ گے

ایمان کا دعویٰ کرتے ہو ، دیتے ہو کفر کے فتوے تم
غیروں کی باتوں میں آ کر کب تک ایمان گنواؤ گے

کچھ ہوش کے ناخن لو اب بھی، کچھ عقل و خرد کی بات کرو
بیٹھا ہے جاہل منبر پر کس کس کو یہ سمجھاؤ گے

کچھ سوچا تو ہو گا تم نے ، اسباب تباہی کے ہیں کیا
جب پوچھا اگلی نسلوں نے ، کل ، کیسے منہ دے پاؤ گے

طارق آغاز ہے جنگوں کا ، کہہ دو ، کچھ کر لو، بچ جاؤ
وقت آتا ہے ورنہ اپنی ، خاموشی پر پچھتاؤ گے

غزل

شہر میں تازگی سی لگتی ہے
یہ فضا اجنبی سی لگتی ہے

اتنے مانوس ہو گئے ہیں ہم
آشنا خامُشی سی لگتی ہے

بات ماضی کی کیوں کریں سارے
حال میں کیا کمی سی لگتی ہے

کل کو ہو گی جو روشنی ہو گی
آج کیوں تیرگی سی لگتی ہے

اب محبّت بھی تو کرے کوئی
زندگی دل لگی سی لگتی ہے

پیرھن غم کا اوڑھ کر آئی
ہر خوشی ہی ڈری سی لگتی ہے

کوئی پوچھے تو اس کو بتلائیں
موت کیوں زندگی سی لگتی ہے

سوز میں ڈوبتی ہوئی آواز
دل کی افسردگی سی لگتی ہے

طارق امّید کی کرن تم ہو
آس تم سے بندھی سی لگتی ہے

جنگل نہ ہو گا ، شور مچائیں گے پھر کہاں
شہروں کو وحشیوں سے بچائیں گے پھر کہاں

چاروں طرف فصیل کھڑی کر بھی لیں اگر
خود کو درونِ شہر چھپائیں گے پھر کہاں

کھڑکی ہوا کے رُخ پہ جو ہے بند گر ہوئی
جھونکے ہوائے تازہ کے کھائیں گے پھر کہاں

لے جائے بادبان اُڑا کر اگر ہوا
ساحل پہ اپنی کشتی لگائیں گے پھر کہاں

سب اپنے پاپ دھونے چلے آئے ہیں مگر
میلی ہوئی جو گنگا ، نہائیں گے پھر کہاں

میں نے اسے کہا تھا کہ دو چار دن ہیں اور
اس نے کہا کہ آ گئے ، جائیں گے پھر کہاں

"عادت جو پڑ گئی تھی ہمیں انتظار کی"
چاہیں بھی لوگ ہم سے چُھڑائیں گے پھر کہاں

طارق فرازِ کوہ سے گرتے وہ آبشار
ہوں گے جو خشک ، نغمے سُنائیں گے پھر کہاں

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

چشمۂ فیضِ عام آیا ہے
وہ جو ماہِ تمام آیا ہے

دل کی تاریکیاں جو دور کرے
آسماں سے کلام آیا ہے

برکتیں اس سے پائیں قوموں نے
جب وہ خیر الانام آیا ہے

وہ جو پیاسے تھے لوگ صدیوں سے
دوڑتے ہیں کہ جام آیا ہے

اس سے لی ہے گلاب نے خوشبو
وہ گلوں کا امام آیا ہے

گفتگو جب کہیں بھی چلتی ہے
بار بار اس کا نام آیا ہے

کہتے پھرتے ہیں لوگ دُنیا میں
رب کا عاشق غلام آیا ہے

اس نے دھویا دلوں کو لفظوں سے
اس سے یہ اہتمام آیا ہے

جو بھی آیا ہے اس کی محفل میں
پھر بہ صد احترام آیا ہے

ساتھ اس کے جو چل دیے لیکن
ان پہ مشکل مقام آیا ہے

چاہنے والے بڑھ گئے اس کے
اس کا لطف ایسا کام آیا ہے

پیار سے دیکھا ساری گلیوں کو
وہ جہاں صبح و شام آیا ہے

جس کو آئی صدائے صلِّ علیٰ
اور خدا کا سلام آیا ہے

رشک طارق ہے خوش نصیبی پر
اس کی امّت میں نام آیا ہے



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنری (سندھ) آگئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۷۰ میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے ۱۹۷۵ میں ایف ایس سی کیا ۱۹۸۲ میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ ۱۹۹۰ میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آگئے یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے وقف کر کے تنزانیہ مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آکر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلیوژن احمدیہ پر ۱۳ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کام کیا۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام یو کے سے منسلک ہیں ۔ با قاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ ۲۰۲۰ سے کیا۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام " **لبِ لباب** " مارچ 2021 میں آیا تھا جس کا غزلیات کا حصّہ " **چاک دامانِ جنوں** " کے نام سے شائع ہوا۔ " **ہم قدم، دم بدم** " اپریل ۲۰۲۱ میں شائع ہوا۔ **"در آئینہ صفِ دوستاں"** جولائی ۲۰۲۰ میں، **"نصیبِ چارہ گری ا"** کتوبر ۲۰۲۱ میں اور **"بازگشت"** جنوری ۲۰۲۲ میں۔ **"پتیم بن من سُونا"** ان کا ساتواں **"روزنِ خانۂ دل"** آٹھواں مجموعِہ کلام اور **"سر نامہ نور" نواں مجموعہ کلام ہے۔**



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنری (سندھ) آگئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۷۰ میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے ۱۹۷۵ میں ایف ایس سی کیا ۱۹۸۲ میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ ۱۹۹۰ میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آگئے یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے وقف کر کے تنزانیہ مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آکر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلیوژن احمدیہ پر ۱۳ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کام کیا۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام یوکے سے منسلک ہیں۔ با قاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ ۲۰۲۰ سے کیا۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام "**لبِّ لباب**" مارچ 2021 میں آیا تھا جس کا غزلیات کا حصّہ "**چاک دامانِ جنوں**" کے نام سے شائع ہوا۔ "**ہم قدم، دم بدم**" اپریل ۲۰۲۱ میں شائع ہوا۔ "**در آئینہ صفِ دوستاں**" جولائی ۲۰۲۰ میں، "**نصیبِ چارہ گری**" اکتوبر ۲۰۲۱ میں اور "**بازگشت**" جنوری ۲۰۲۲ میں۔ "**پیتم بن من سُونا**" ان کا ساتواں "**روزنِ خانہ دل**" آٹھواں مجموعہ کلام اور "**سرنامہ نور**" نواں مجموعہ کلام ہے۔